هِدَايَةُ الطَّالِبِين

از تالیفات

صاحبزادہ حافظ شاہ ابوسعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مع ترجمۂ اُردو و تصحیح

مولانا مولوی نور احمد رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

هِدایَۃ الطّالِبِین

از تالیفات

حضرت صاحبزادہ حافظ شاہ ابوسعید صاحب

دہلوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

مع ترجمۂ اُردو و تصحیح

جناب علامۂ اجل حضرت الحاج

مولانا مولوی نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں، ضلع میانوالی

نام کتاب	:	ہدایۃ الطالبین
تالیف	:	حضرت صاحبزادہ حافظ شاہ ابو سعید دہلوی نقشبندی مجددیؒ
ترجمۂ اُردو و تصحیح	:	جناب علامۂ اجل حضرت الحاج مولانا مولوی نور احمدؒ
اہتمام	:	وی پرنٹ بک پروڈکشن، راولپنڈی، ۰۵۱-۵۸۱۴۷۹۶
ناشر	:	خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی
طباعت	:	اوّل
سالِ طباعت	:	۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء
ہدیہ	:	

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں، ضلع میانوالی

فہرست

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ. اَمَّا بَعۡد:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں ہمارے اکابرین میں سے حضرت صاحبزادہ حافظ شاہ ابوسعید صاحب دہلوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت بلند مقام حاصل ہے جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔

''ہدایۃ الطالبین'' حضرت صاحبزادہ شاہ ابوسعید قدس سرہٗ کی تصانیف میں سے مشہور تصنیف ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے متوسلین کے لیے فائدہ مند ہے اور خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میں رمضان المبارک میں درساً پڑھی جاتی ہے۔ اس کتاب کا قدیمی نسخہ ہمارے کتب خانے میں موجود تھا، اس کو دوبارہ کمپوز کرا کے اور جناب نذیر رانجھا صاحب کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ فقیر دعا گو ہے کہ اللہ رب العزت ہماری اس کاوش کو قبول فرماویں اور اِس کتاب سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے متوسلین کو استفادہ کرنے کی سعادت عطا فرماویں۔ آمین۔

والسّلام

فقیر خلیل احمد عفی عنہ

۲۳ رشوال المکرّم ۱۴۳۱ھ

خانقاہ سراجیہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ.
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ. لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

بعد از حمد و صلوٰۃ کمینۂ درویشاں بلکہ ننگ و عارِ ایشاں ابو سعید مجددی نَسَبًا[1] وَ طَرِیْقَۃً عُفِیَ عَنْہُ وَکَانَ[2] اللّٰہُ لَہٗ عِوَضًا عَنْ کُلِّ شَیْءٍ واضح بینماید، کہ بعضے یارانِ طریقہ کہ لِلّٰہ فی اللّٰہ جلیسِ صحبت بودند، متصدّع گردیدند، کہ آنچہ در راہِ سلوک اَسرار و وَاردات بر تو وارد شدہ اند، و بتوجہ مشائخ کرام دریں راہ کَشْفًا وَّ وِجْدَانًا. دریافتۂ واَذکار و مراقبات کہ در ہر مقام بعمل آوردۂ برائے ما بنویس کہ آنرا سند خود دانستہ موافق آں معمول خود سازیم، حقیر گفت کہ مکتوباتِ قدسی آیاتِ امام ربّانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی وکلام فرزندانِ آنحضرت کہ بتفصیل تمام از مسائل و اسرارِ جمیع اقسام مستغنی فرمائے ہر خاص و عام است، وہمچنیں باوجود اختصار و ایجاز

۱۔ امّا نسبًا فالشیخ ابو سعید قدس سرّہٗ ابن الشیخ صفی القدر وھو ابن الشیخ عزیز القدر وھو ابن الشیخ محمد عیسیٰ وھو ابن الشیخ سیف الدین وھو ابن الشیخ محمد معصوم وھو ابن الشیخ احمد سرہندی الملقب بالمجدد للالف الثانی قدس اللّٰہ تعالیٰ اسرارھم، واما طریقۃ فالشیخ ابو سعید اخذھا عن الشیخ غلام علی ھو اخذھا عن الشیخ میرزا مظہر جان جاناں عن الشیخ السید نور محمد البدایونی عن الشیخ سیف الدین عن الشیخ محمد معصوم عن الشیخ احمد السرہندی رحمھم اللّٰہ تعالیٰ وافاض علینا من برکاتھم آمین یارب العالمین۔ لمصححہ سلمہ اللّٰہ تعالیٰ

۲۔ لِکُلِّ شَیْءٍ اِذَا فَارَقْتَہٗ عِوَضٌ
وَلَیْسَ لِلّٰہِ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ
لمصححہ سلمہ اللّٰہ تعالیٰ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ. لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

حمد وصلوٰۃ کے بعد کمینہ درویش بلکہ درویشوں کی ننگ و عار ابوسعید (دہلوی) مجددی النسب والطریقت (اُس کے قصور معاف ہوں، اور ہر چیز کے عوض میں اُس کو خدا ہی ملے) بیان کرتا ہے کہ بعضے احباب طریقت جو للہ فی اللہ میری صحبت میں رہتے تھے، اس امر کے درپے ہوئے کہ جو اَسرار اور واردات راہِ سلوک میں آپ پر وارد ہوئے ہیں، اور مشائخ کرام کی توجہ سے اس راہ میں کشف و وجدان کے ذریعے آپ نے معلوم کیے ہیں، اور جو اَذکار و مراقبات ہر مقام میں آپ کے عمل میں آئے ہیں، آپ ان سب کو ہمارے واسطے تحریر فرمائیں، تاکہ ہم لوگ اُن کو اپنی سند سمجھ کر اُن کے موافق اپنا معمول ٹھہرائیں۔ اس حقیر نے جواباً کہا کہ امام ربانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات قدسی آیات اور آپ کے فرزندوں کا کلام جو کہ پوری تفصیل کے ساتھ تمام قسموں کے مسائل و اَسرار سے ہر خاص و عام کو استغنا بخشنے والا ہے، اور نیز ہمارے پیر دستگیر قطب الاقطاب کے رسائل جو کہ نصائح و بیان طریقت میں معرضِ تحریر میں آچکے ہیں، باوجود اختصار و ایجاز کے طالبانِ راہ کے لیے کافی وافی ہیں، اور بندہ کو باوجود اپنی عدم استعداد کے اس بارہ میں قلم اُٹھانا محض تحصیل حاصل ہے۔ اُن مخلصوں کو اس کمترین کے ساتھ چونکہ حسنِ عقیدت تھی، لہٰذا اپنے اُسی سوال پر مُصر رہے، اور کہنے لگے کہ ہر ایک شخص کو رُخصت کے وقت اپنے بزرگوں سے کچھ نہ کچھ تبرک عنایت ہوا ہی کرتا ہے۔ ہم

رسائل قطب الاقطاب حضرت پیر دستگیر[۱] ما کہ در نصائح و بیانِ طریقہ تحریر یافتہ برائے طالبان راہِ یقین کافی اند و بندہ را بایں ہمہ عدم لیاقت کہ حاصل روزگارِ خود دارد، دریں راہ چیزے نگاشتن تحصیل حاصل است چونکہ آں مخلصاں را بایں کمترین حسن ظنے بمیاں بود ہرگز از سوال خود باز نماندند و گفتند، کہ ہر کسے را بوقت رخصت از مشائخِ خود تبرکے عنایت می شود ما کہ باَوطانِ خود باز گردیم، ہمیں تحریر ترا تبرکِ خود سازیم، ہر چند از باعثِ عدمِ فرصت بلیت ولعل می پرداختم، لیکن از سوالِ ایشان چارہ نداشتم، چونکہ از اتفاقاتِ زمانہ واردِ بلدۂ لکھنؤ گردیدم، فی الجملہ فرصتے دست داد، لہٰذا باوجود نا اہلیِ خود از اجابتِ مسئول چارہ ندیدم، و آنچہ دریں راہ بتوجہ پیرانِ کبار بریں خاکسار وُرُود یافت، اِظْهَارًا لِلشُّكر کہ مامور[۲] بہ است تحریر نمودہ می شود، لیکن باید دانست کہ آنچہ دریں رسالہ تحریر یافتہ، از واردات و کشوف خود کہ از فضلِ الٰہی وتوجہ حضرت پیر دستگیر کہ عنقریب نام نامی آنحضرت ذکر می یابد، ایں ذرّہ بے مقدار را عنایت گردیدہ، قلمی میگردد، مگر در بعضے جاہا کہ تفصیلے وتطویلے کردہ ام، از معلومات ومسموعات نیز تحریر یافتہ است، واز تقلیدِ صرف و دریافتِ علمی محض نہ فہمند، وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا وَّ هُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيْل چونکہ عنایتِ ازلی شامل حال ایں فقیر گردید، بتاریخ ہفتم ماہ محرم الحرام ابدائے سنہ یک ہزار و دو صد و بست و پنج از ہجرتِ رسالت پناہی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ در حضرت دہلی بہ قدم بوسیِ حضرت قطب الاقطاب غوث

۱۔ یعنی صاحب کمالات سنیہ و مقامات رفیعہ حضرت خواجہ عبداللہ المعروف بشاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ المصحح سلمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من لم یشکر النّاس لم یشکر اللّٰہ رواہ احمد الترمذی۔ المصحح سلمہ اللہ تعالیٰ

لوگ جو اپنے اپنے وطن کو واپس جاتے ہیں، آپ کی اس تحریر ہی کو اپنے لیے تبرک سمجھیں گے۔ ہر چند میں عدم فرصت کے باعث لیت ولعل کرتا مگر اُن کے سوال سے کوئی چارہ نہ دیکھتا۔ پھر چونکہ اتفاقات زمانہ سے لکھنؤ شہر میں میرا جانا ہوا تو کسی قدر فرصت مل گئی، لہٰذا باوجود اپنی عدم لیاقت کے اُن کے سوال کا جواب دینے سے کوئی چارہ نہ دیکھا اور اس راہ میں پیرانِ کبار کی توجہ سے اس خاکسار پر جو کچھ وارد ہوا ہے، اِظْهَارًا لِلشُّكْرِ جو کہ شرعاً مامور بہ ہے، لکھا جاتا ہے، لیکن جاننا چاہیے کہ اس رسالہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہی واردات وکشوف ہیں جو خدا کے فضل سے حضرت پیر دستگیر کی توجہ کی طفیل، جن کا نام نامی عنقریب مذکور ہوگا، اس ذرّہ بے مقدار کو عنایت ہوئے، مگر بعض جگہ جہاں میں نے کچھ تفصیل اور طوالتِ کلام اختیار کی ہے، وہاں اپنے معلومات اور مسموعات بھی درج کر دیے ہیں۔ انہیں بھی محض تقلید اور صرف علمی دریافت ہی خیال نہ کریں اور اس پر خدا ہی کافی گواہ ہے، اور وہی مجھ کو بس ہے، اور وہی بہت اچھا کارساز ہے۔ پھر جب عنایت ازلی اس فقیر کے شاملِ حال ہوئی تو محرم الحرام کی ساتویں تاریخ سن بارہ سو پچیس ہجری کو دہلی شریف میں حضرت قطب الاقطاب (غوث پیر و جوان مجدد وقت نائب پیغمبر خلیفہ خدا مروّج شریعت غرّا المشتہر فی الآفاق کہ لقب مبارک اُن کا حضرت خاتمیّت سے عبداللہ ہے، اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ سے علی ہے، جناب حضرت غلام علی شاہ دہلوی نقشبندی مجددی اللہ تعالیٰ طالبانِ راہِ حق کے سر پر اُن کا سایہ قائم و دائم رکھے) کی قدم بوسی کا شرف مجھ کو حاصل ہوا۔ آپ نے نہایت مہربانی فرما کر اپنے حلقۂ ارادت میں داخل فرمالیا، اور اسم ذات (اللہ) اور نفی و اثبات (لا الہ الا اللہ) کے شغل کا اور نیز احدیّت ومعیّت کے مراقبہ کا مجھ کو حکم ہوا، اور میرے لطائف

الشیخ والشّاب مجدّد دمائۃِ ثَلٰثَۃَ عَشَرَ نَائِبِ حضرت خیر البشر خلیفۂ خدا مروّج شریعت مصطفیٰ[1] کہ لقب آنحضرت از حضرت خاتمیّت عبداللہ است، واسمِ سامی ایشاں از جناب حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ علیؓ است، اَلْـمُشْتَهِـرُ فِی الْاٰفَاقِ حضرتِ غلام علی الدہلوی الاحمدی اَفَـاضَ الـلّٰـهُ اِفَـاضَتَهٗ عَلٰی مَفَارِقِ الطَّالِبِیْنَ مشرف گردید، نوازش فرمودہ قبولش کردند، وبشغلِ اسمِ ذات ونفی واثبات ومراقبۂ احدیّت ومعیّت امر فرمودند وتوجہات بر لطائف خمسہ عالم امر نمودند، در چند روز لطائف را جذبات الٰہیہ دررسید وایں لطائف را سیر بطرفِ اُصول خود ہا کہ فوقِ عرشِ مجید اند، وبلا مکانیت تعلق دارند، واقع شد، وفنائے جذبہ کہ عبارت از عدمیّت ست، حاصل گردید، وسیرِ دائرہ امکان اتمام نمودہ، باصل اُصولِ خود کہ در دائرہ ولایتِ صغریٰ است عروج فرمودند، وفنا وبقا درانجا نیز حاصل گشت واَنوار واَسرار ایں ہر دو دائرہ[2] موافق استعدادش فائض گردید فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ. چوں سیرِ ایں دو دائرہ مرقوم گردید، لازم آمد، کہ چیزے تفصیل دربیانِ لطائف عشرہ نمودہ شود۔

۱۔ بدانکہ تعبیر از مقامات ودرجات قرب کہ بکشف صحیح ومعاینہ صریح دیدہ اند، بدائرہ مناسب یافتہ اند، کہ آن مقامات بے جہت وبیچوں است، ودائرہ ہم جہت است۔

۲۔ یعنی دائرہ امکان ودائرہ ولایت صغریٰ۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

پنجگانہ عالم اَمر پر توجہات فرمائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ چند ہی روز میں لطائف کو جذباتِ الٰہیہ نے آ پایا اور ان لطائف کو اپنے اُصول کی جانب سیر حاصل ہوئی جو کہ فوق العرش ہیں اور لامکانیت کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں، اور فنائے جذبہ یعنی عدمیت بھی حاصل ہوئی، اور دائرہ امکان کی سیر پوری کر کے اپنے اصل الاصول کی طرف، جو دائرہ صغریٰ میں ہے، عروج فرمایا۔ اور فنا و بقا بھی اس جگہ حاصل ہوئی اور اِن دونوں دائروں کے انوار اور اَسرار بھی حسب حیثیت حاصل ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ. چونکہ اس مقام پر ان دو دائروں کی سیر اجمالاً لکھی گئی ہے، لہٰذا ضروری ہوا کہ یہاں پر لطائف دہ گانہ کے بیان میں کسی قدر تفصیل بھی کی جائے۔

فصل

در بیان لطائفِ عشرہ و مشغولی آں

بدانکہ حضرتِ امام ربانی اعنّی مجدد الف ثانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وتابعانِ ایشاں تحقیق فرمودہ اند، کہ انسان مرکب از دہ لطیفہ است پنج از عالم امر و پنج از عالم خلق آں پنج کہ از عالم امر اند قلب و روح و سِر و خفی و اخفیٰ است و لطائف عالم خلق لطیفہ نفس و عناصر[۱] اربع است و عالم امر آنرا گویند کہ بمجرد امر کن بظہور آمدہ است، و عالم خلق آنرا گویند کہ بتدریج مخلوق گردیدہ، و دائرہ امکان متضمن ایں ہر دو عالم است

نیمہ ٔ دائرہ امکان از عرش تا ثریٰ است و نیمہ ٔ آن بالائے عرش است و عالم امر در نیمہ بالاست، و عالم خلق زیر عرش است چونکہ اللہ تعالیٰ ہیکل جسمانی انسانی را آفریدہ لطائف عالم امر را بمواضع چند از جسم انسان تعلقے و تعشقے بخشید، قلب[۲] را زیر پستانِ چپ بفاصلہ دو اُنگشت مائل بہ پہلو، و روح را زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت و سرّ را برابرِ پستانِ چپ بفاصلہ دو انگشت بطرفِ سینہ و خفی را برابر پستانِ

۱۔ از آب و آتش و باد و خاک

۲۔ یعنی بایں نہج کہ قلب را الخ۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

فصل

دس لطیفوں اور اُن کی مشغولی کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے متبعین کے نزدیک ثابت ہوا ہے کہ انسان دس (۱۰) لطیفوں سے مرکب ہے۔ پانچ تو عالمِ امر سے ہیں اور پانچ عالمِ خلق سے۔ عالمِ امر کے پانچ یہ ہیں؛ قلب، روح، سِر، خفی، اخفیٰ۔ اور عالمِ خلق کے پانچ یہ ہیں؛ نفس اور عناصر اربع (پانی، آگ، ہوا، خاک)۔ عالم امر وہ ہے جو فقط امر کن سے ظاہر ہوا۔ اور عالم خلق وہ ہے جو بتدریج پیدا ہوا، اور دائرہ امکان دونوں پر مشتمل ہے۔ اُس کا زیریں نصف حصہ عرش سے تحت الثریٰ تک ہے اور اُس کا بالائی نصف حصہ عرش سے بالا بالا ہے۔ عالمِ امر اُس کے بالائی نصف حصہ میں ہے، اور عالم خلق اُس کے نصف حصہ زیریں میں۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسانی جسمانی ہیکل (شکل وصورت) کو پیدا فرمایا تو عالم امر کے لطائف پنجگانہ کو انسان کے جسم کی چند جگہوں کے ساتھ عاشقانہ تعلق بخشا۔ چنانچہ قلب کو بائیں پستان سے دو (۲) اُنگلی نیچے مائل بہ پہلو، اور روح کو دائیں پستان سے دو اُنگلی نیچے، اور سر کو بائیں پستان کے برابر دو انگلی سینہ کی طرف، اور خفی کو دائیں پستان کے برابر دو اُنگلی سینہ کی طرف، اور اخفیٰ کو عین وسط سینہ میں عشقی تعلق عطا فرمایا۔ اس تعلق نے اس حد تک ترقی کی کہ ان لطائف نے اپنے آپ اور اپنے اصول کو، جو کہ انوار ہی انوار ہیں، فراموش کر کے اس جسمانی ظلمانی پتلے کے ساتھ موافقت کر لی، اور اپنا پورا تعشق اسی تاریک محل میں صَرف کر دیا۔ عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

راست بفاصلہ دو انگشت بطرف سینہ واخفیٰ را در وسط سینہ تعلق بخشید، حتیٰ کہ ایں لطائف خود را واصل خود را کہ انوار مجرّ دہ بودند، فراموش ساختہ بایں پیکرِ جسمانی ظلمانی درساختند، وتعشق خود را بایں ظلمت کدہ در باختند، عارف رومی قدس سرہٗ می فرماید۔

مثنوی •

پایہ آخر آدم ست و آدمی　　　گشت محروم از مقامِ محرمی
گرنگردد باز مسکین زین سفر　　　نیست از وے ہیچکس محروم تر

چوں عنایت بیغایت حضرتِ حق سبحانہٗ شامل حال بندہ میشود، او را بخدمتِ دوستے از دوستان خود میرساند، آں بزرگ اورا بریاضات ومجاہدات امر فرمودہ، تزکیہ و تصفیہ باطنش می فرماید و بکثرت اَذکار و اَفکار لطائفش را بسوئے اُصول خود متوجہ میگرداند، چونکہ ہمت طلاّب دریں وقت قاصر اُفتاد، پیرانِ نقشبندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَوَّلًا طالب رابطریق ذکرامر می فرمایند، وبجائے ریاضات ومجاہدات شاقہ بتوسط درعبادات واعمال حکم می نمایند، وحدّ اعتدال را در جمیع اوقات واَحوال مرعی می دارند، وتوجہات خود را کہ چند اربعین برابر یکے ازاں نمی تواند شد، ہر روز بطریق سبق در حقِ طالب بکار مے برند۔

بیت

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین　　　سخرہ کند بر دہ[۱] و طعنہ زند بر چلہ

وطالباں رابا تباع سنت واجتناب از بدعت امر مے فرمایند وَمَہْمَا اَمْکَنَ عمل برخصت درحق او تجویز نمی[۲] نمایند لہٰذا ذکر خفی را در طریقۂ خود اختیار فرمودہ اند، کہ در

۱۔　قولہ بردہ یعنی خلوت دہ شبانہ روزہ وقولہ چلہ یعنی خلوت چہل شبانروزہ۔

۲۔　بلکہ امر بعزیمت مے فرمایند۔

مثنوی

انسان[۱] (غیر کامل) بہت ہی ادنیٰ رتبہ میں ہے، اور انسان ہی راز دانی اور راز داری کے مقام سے محروم ہے۔ یہ بیچارہ مسکین اگر اس سفر سے (وطن اصلی کی طرف) پھر کر نہ آئے تو اس سے بڑھ کر کون محروم ہو سکتا ہے۔

جب حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت بے غایت کسی بندہ کے شاملِ حال ہو جاتی ہو جاتی ہے تو اُس کو اپنے دوستوں میں سے کسی ایک دوست کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔ پھر وہ بزرگ اُس کو (اُس کے مناسب حال) ریاضتوں اور مجاہدوں کا حکم فرما کر اُس کے باطن کا تزکیہ وتصفیہ فرماتے ہیں کہ اور کثرت اذکار وافکار کے ذریعہ اُس کے لطائف کو اُن کے (فراموش شدہ) اصول کی جانب متوجہ کر دیتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ طالبوں کی ہمتیں بہت ہی قاصر ہو گئی ہیں، لہٰذا مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اوّل اوّل ہی مرید کو طریق ذکر کا اُمر فرماتے ہیں، اور بجائے مشکل ریاضتوں اور مجاہدوں کے عبادات اور اعمال میں میانہ روی کا حکم کرتے ہیں اور حدّ اعتدال کا تمام اوقات اور احوال میں خیال رکھتے ہیں اور اپنی توجہات کو، جو کئی چلّہ کشیاں اُن میں سے کسی ایک کے برابر نہیں ہو سکتیں، ہر روزہ سبق کے طور پر مرید کے حق میں استعمال کرتے رہتے ہیں۔

بیت

جس شخص پر کہ شمس الدین تبریزی کی ایک نظر بھی پڑ گئی، وہ تو دہ (۱۰) روزہ گوشہ نشینی اور چلّہ کشی پر تمسخر اُڑاتا اور طعنہ زنی کرتا ہے۔

(اور مشائخ نقشبندیہ) اپنے مریدوں کو سنت کی اتباع اور بدعت سے پرہیز کرنے کا اُمر فرماتے ہیں، اور حتی المقدور اُن کے حق میں رخصت پر عمل کرنا تجویز نہیں کرتے۔ اسی

۱۔ سب سے آخر رُتبہ ہے انسان کا — اس لیے محروم ہی یہ رہ گیا
گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا — ہے پھر اس کے حال پر واہ حسرتا
رتبۂ انسان ہے سب سے اخیر — اس لیے محروم تر ہے یہ فقیر

حدیثِ شریف ہفتاد درجہ فضلِ[۱] آن بر ذکرِ جہر ثابت است، ودریں طریقہ سہ اشغال معمول ست۔

شغل اوّل

ذکرست، اسمِ ذات باشد، و یا نفی و اثبات اوّلاً طالبِ را بذکر اسم ذات امر می فرمایند، طریقش آنست کہ طالب را باید، کہ اوّل قلب خود را از جمیع خطرات و حدیث النفس تہی کند و اندیشۂ گذشتہ و آئندہ را از قلبِ خود نفی فرماید و برائے رفع خواطر التجا و تضرع بجناب حضرت حق سبحانہٗ نماید، و تصور صورتِ بزرگے کہ از و تلقینِ ذکر یافتہ، مقابل دل یا درون دل نگاہ داشتن برائے رفع خواطر اثرے تمام وارد، و ہمیں تصور صورت شیخ را ذکر رابطہ می گویند بعد ازاں مشغول بذکر شود، لیکن وقوفِ قلبی را رعایت فرماید، کہ ذکر تنہا بے نگاہ داشت خواطر و بے وقوف قلبی فائدہ نمی بخشد، و داخلِ حدیث النفس ست امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وقوفِ عددی را چنداں لازم نمی شمردند، و وقوفِ قلبی را از شرائط و واجبات می فرمودند، و وقوفِ قلبی عبارت است، از توجہ طالب بسوئے دل خود و توجہ دل بسوے ذات الٰہی کہ مسمّٰی اسم

۱۔ فقد اخرج ابویعلی الموصلی فی مسنده عن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلّى الله عليه و آلهٖ وسلّم يفضل الذكر الخفى الذى لا يسمعه الحفظة سبعون ضعفا. اذا كان يوم القيمة جمع الله الخلائق لحسابهم وجاء ت الحفظة بما حفظوا و كتبوا قال لهم انظروا اهل بقى له من شئى فيقولون ما تركنا شيئًا مما علمناه و حفظناه الا وقد احصيناه و كتبناه فيقول الله ان لك عندى حسنا لا تعلمه وانا اجزيك به وهو الذكر الخفى. ذكره السيوطى فى البدور الساقرة فى احوال الاخره. مرقاة۔ از حواشی حصین حصین جزری مصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

واسطے انہوں نے ذکر خفی ہی کو اختیار کر رکھا ہے، کہ حدیث شریف سے ذکر جہر پر سترّ (۷۰) درجہ اُس کی فضیلت ثابت ہے۔ اور اس طریقہ (نقشبندیہ) میں تین اشغال معمول بہا ہیں۔

پہلا شغل

پہلا شغل ذکر ہے۔ اسم ذات (اَللّٰہ) ہو، یا نفی اثبات، اوّل اوّل مرید کو اسم ذات کے ذکر کی تلقین فرماتے ہیں۔ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب (مرید) کو چاہیے کہ پہلے اپنے دل کو تمام خطرات اور حدیث نفس (خیالی کلام کا سلسلہ) سے پاک و صاف کرے، اور گذشتہ اور آیندہ کے اندیشہ کو بھی دل سے نکال ڈالے، اور خطرات و خیالات دور کرنے کے لیے جناب الٰہی میں خوب تضرع وزاری کرے، اور اُن کے دور کرنے کے لیے اُس بزرگ کی صورت کا تصور و خیال، جس سے اس نے وہ ذکر حاصل کیا ہے، دل کے مقابل یا دل کے اندر محفوظ رکھنا پورا پورا اثر رکھتا ہے، اور اسی تصور صورت شیخ کو ذکر رابطہ بھی کہتے ہیں۔ خطرات و حدیث نفس سے دل کو پاک کرنے کے بعد اب ہمہ تن ذکر قلبی میں مشغول ہو۔ لیکن وقوف قلبی کی رعایت ضروری امر ہے، کیونکہ ذکر تنہا اس کے بغیر کچھ فائدہ نہیں کرتا، بلکہ ایسا ذکر تو حدیث نفس ہی میں داخل ہے۔ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقوف عددی کو تو چنداں ضروری نہیں سمجھتے، اور وقوفِ قلبی کو تو منجملہ شرائط و واجبات کے شمار فرماتے ہیں، اور وقوفِ قلبی دو چیز کے مجموعہ کا نام ہے: (۱) طالب کی توجہ اپنے دل کی طرف، اور (۲) اُس کے دل کی توجہ ذات الٰہی کی طرف، جو اسم مبارک اللّٰہ کا مسمّی و مصداق ہے۔ پھر اس قلبی ذکر اور نگہداشت خطرات اور وقوف قلبی کے ساتھ اس حد تک مشغول رہنا چاہیے کہ دل کے ذکر کی حرکت خیال کے کان میں جا پہنچے۔ پھر اسی طرح لطیفہ روح سے ذکر کرے، پھر لطیفہ سِر سے، پھر لطیفہ خفی سے، پھر لطیفہ اخفی سے، پھر لطیفہ نفس سے، جس کا مقام وسط پیشانی ہے، ذکر کرتا رہے۔ پھر تمام بدن سے، جس کو لطیفہ قالبیہ کہتے ہیں، اِس قدر ذکر کرے کہ ہر رَگ و ریشہ اور بال بال سے ذکر کی آواز سمع خیال کو سنائی دینے لگے۔ اور آخر الذکر ذکر کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ حضرات نقشبندیہ اس کے بعد مرید کو نفی و

مبارک اَللّٰــه است، پس بایں ذکر وبایں نگاه داشت خواطر وبایں وقوف قلبی مشغول باید شد، تا که حرکت ذکر از دل بسمع خیال برسد، باز از لطیفۂ روح ہم چنیں ذکر نماید باز از لطیفہ سرّ باز از لطیفہ خفی باز از لطیفہ اخفیٰ باز از لطیفۂ نفس که محل آں در وسطِ پیشانی ست، ذکر نماید، باز از تمام بدن که آنرا لطیفۂ قالبیّہ می خوانند، این قدر ذکر نماید، که از ہر رگ و پے[1] واز ہر بُن موئے آوازِ ذکر بسمع خیال برسد وایں ذکر را دریں طریقہ سلطان الاذکار گویند، باز ذکرِ نفی و اثبات طالب را تلقین می فرمایند، طریقش آنست که نفس را زیر ناف حبس نموده، لفظ لا را از ناف برداشتہ تا پیشانی رساند والٰــــہ را از انجا بکتفِ راست آورده اِلّا اللّٰه را بر قلب ضرب نماید، بطوریکه گذرِ آں بر ہمہ لطائف افتد، واثرِ ذکر بہمہ جوارح و اعضا برسد، وایں ذکر را دریں طریقہ بے حرکتِ اعضا و جوارح می کنند، واگر حبس نفس چیزے ضرر نماید، بے حبس ذکر بکند، که حبس شرط نیست، ومعنی کلمہ را ملحوظ دارند که نیست، ہیچ مقصودِ من بجز ذاتِ پاک بعد از چند بار ذکر ایں الفاظ در دل بگذارند که خداوندا مقصودِ من توئی و رضائے تو محبت ومعرفتِ خود ده وایں را بازگشت گویند، لیکن چوں حصر نفس نماید، پس باید که نفس را بر عدد طاق بگذارد، لہٰذا ایں ذکر را وقوف عددی گویند، که سالک واقف عددی باشد، وقتیکه نفس را فرومی گذارد باید که لفظ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ضم نماید و باید که در ہر حال چه نشستہ و چه برخاستہ، و چه وقت خوردن و آشامیدن ہر وقت و ہر آن مشغول بذکر نگاه داشت خواطر و وقوفِ قلبی باشد، تا که باطن را تصفیہ حاصل آید، و دل را توجہے و حضورے بطرفِ حق سبحانہٗ پیدا شود، علامتِ تصفیہ اہل کشف را ظاہر شدنِ انوار است و ہر لطیفہ را نورِ علیحده مقرر فرموده اند، نور قلب زرد و نور روح سرخ و نور سر سفید و نور خفی

۱۔ بالفتح عصب ہندی پٹھا۔

اثبات کا ذکر تلقین فرماتے ہیں۔ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر اپنا دَم ناف کے تلے بند کر کے لفظ لَا کو ناف سے اُٹھا کر پیشانی تک لے جائے اور لفظ الٰــــہ کو وہاں سے دائیں کندھے تک پہنچا کر لفظ اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دل پر اِس طرح لگائے کہ تمام لطائف پر جا لگے اور اُس کا اثر تمام جوارح و اعضا تک جا پہنچے۔ اور یہ ذکر اِس طریقہ میں بدن کے اجزا اور اَعضا کی حرکت کے بغیر ہی کرتے ہیں۔ اور اگر دَم بند کرنا کچھ نقصان دے تو اُس کے بغیر ہی ذکر کرے، کیونکہ وہ ذکر کی شرط نہیں ہے۔ اور ذکر میں کلمہ شریف کے یہ معنیٰ ملحوظ رکھتے ہیں کہ ''خدائے تعالیٰ کی ذات پاک کے سوائے میرا کچھ بھی مقصود نہیں۔'' کئی بار ذکر کرنے کے بعد یہ الفاظ بھی دل کے اندر خیال کرتے رہتے ہیں کہ ''اے خدا! تو ہی اور تیری ہی رضا میرا مقصود ہے، مجھ کو اپنی محبت اور معرفت عطا فرما۔'' اور اپنی اصطلاح میں اس کو بازگشت کہتے ہیں۔ لیکن یہ بھی معلوم رہے کہ جس دم کی صورت میں طاق عدد پر اپنا دم چھوڑا کرے۔ اسی واسطے اس ذکر کو وقوف عددی سے تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ سالک ذکر کے عدد و شمار سے واقف کار اور آگاہ رہتا ہے۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ جب دم چھوڑے تو لفظ محمد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم اس کے ساتھ ملا لیا کرے۔ اور لازم ہے کہ ہر حال میں، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، ہر وقت و ہر لحظہ ذکر و نگہداشت و وقوف قلبی کا شغل رکھے، تاکہ تصفیہ باطن حاصل ہو، اور حق سبحانہٗ کی طرف دلی توجہ اور حضور پیدا ہو جائے۔ تصفیہ باطن کی علامت اہلِ کشف کے نزدیک تو لطائف کے انوار کا ظاہر ہونا ہے، اور اُن کا طالب کے مشاہدہ میں آنا ہے، اور مشائخ کرام نے ہر لطیفہ کا نور جدا جدا بیان فرمایا اور مقرر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ قلب کا نور زَرد ہے، اور روح کا نور سُرخ، اور سِر کا نور سفید، اور خفی کا سیاہ، اور اخفیٰ کا نور سبز۔ طالب ان انوار کو پہلے اپنے باہر مشاہدہ کرتا ہے، اور اِس کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ اور پھر ان انوار کو اپنے باطن میں احساس کرتا ہے، اور اِس کو سیر اَنفسی کہتے ہیں۔ حضرت پیر دستگیر کی زبان مبارک سے میں نے خود سنا ہے کہ سیر آفاقی عرش کے نیچے ہی نیچے تک ہے، اور سیر اَنفسی عرش سے اوپر ہی اوپر ہے، یعنی

سیاہ ونور اخفی[1] سبز واین انوار را اوّل بیروں باطن خود مشاہدہ می کند وہمیں را سیر آفاقی می گویند، بعد ازاں انوار را درونِ باطن خود احساس می کند واین را سیر انفسی[2] می فرمایند، از زبان مبارک حضرت پیر دستگیر خود شنیدہ ام کہ سیر آفاقی تا زیر عرش ست، وسیرِ اَنفسی از عرش بالا است، یعنی وقتیکہ لطائف از قالب برآمدہ باصول خود عروج می نمایند تا وقتیکہ بعرش برسند سیرِ آفاقی ست وچوں فوق عرش ایشان را جذبے وعروجے پیدا شود، سیرِ اَنفسی شروع می شود شخصے کہ کشف دارد، دیدن انوار وسیرِ خود را دریافت می نماید و صاحب کشف عیانی دریں زمانہ بسبب مفقود شدن اَکل حلال کم ست واکثرے طُلّاب دریں وقت صاحب کشف وجدانی می باشند، واین وجدان ہم نحوے از کشف است، وفرق درمیانِ کشف عیانی وکشف وجدانی آنست، کہ صاحب کشف عیانی عیاناً می بیند، کہ از مقامے بمقامے سیر می نماید، وصاحب وجدان اگرچہ عیاناً نمی بیند، اما تبدّل احوال وتغیر واردات را بادراک خود دریافت میکند، چنانچہ ہوا بنظر نمی آید، لیکن در اِدراک محسوس می شود واگر کسے بادراک وجدانی ہم حالات خود را دریافت نکند، بشارت مقامات واورادادن طریقہ را بدنام کردن ست۔

شغل دوّم

شغل دوّم مراقبہ است ومراقبہ عبارت از انتظارِ فیض ست، از مبدءِ فیاض ولحاظ وارد شدن آں فیض برمورِدِ خود یعنی فیضیکہ از حضرت حق وارد می شود، برلطیفہ از لطائف

۱۔ وہر لون کہ غیر ازیں الوان بنظر در آید بداند کہ آمیزش از یک دیگر است، بدانکہ بیان ولایت ہر لطیفہ وفناء آن اندریں رسالہ عنقریب مذکور خواہد شد، منتظر باید بود۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ قال اللہ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأٰفَاقِ وَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ الخ.

لطائف مذکورہ قالب سے نکل کر جب اپنے اصول کی جانب عروج کرتے اور متوجہ ہوتے ہیں تو ان کا عرش تک پہنچنا سیر آفاقی ہے۔ اور پھر جب عرش سے اوپر اُن کو جذب وعروج حاصل ہوتا ہے تو وہاں سے سیر انفسی شروع ہو جاتا ہے۔ صاحب کشف تو انوار کا مشاہدہ اور اپنی سیر خود آپ ہی دریافت کرتا جاتا ہے، مگر موجودہ زمانہ میں اکل حلال مفقود ہونے کے باعث صاحب کشف عیانی تو بہت ہی کم پائے جاتے ہیں۔ فی زمانہ اکثر طلّاب صاحب کشف وجدانی ہی ہوا کرتے ہیں اور وجدان بھی ایک نوع کا کشف ہے۔ اور اِن دونوں، یعنی کشف عیانی اور کشف وجدانی میں فرق یہ ہے کہ صاحب کشف عیانی عیاناً و ظاہراً دیکھتا جاتا ہے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب سیر ونقل وحرکت کرتا جارہا ہے۔ اور صاحبِ وجدان گو ظاہراً تو اپنی سیر ونقل وحرکت کا مشاہدہ نہیں کرسکتا، مگر اپنے حالات وواردات کے تغیر وتبدل کو اپنے ادراک کے ساتھ دریافت کرتا جاتا ہے، جیسے ہوا، جو بظاہر تو دِکھائی نہیں دیتی لیکن قوت ادراکیہ تو اُسے بتوسط لامسہ بڑے زور سے محسوس کرتی ہے۔ اور جو شخص اپنے حالات ادراک وجدانی کے ساتھ بھی دریافت نہیں کرسکتا اُس کو مقامات کی بشارت دینا اور خوشخبری سنانا گویا طریقہ فقراء کو بدنام کرنا اور اُس کی نسبت بدگمانی پھیلانا ہے۔

دوسرا شغل

دوسرا شغل مراقبہ ہے۔ اور مراقبہ مبدأ فیاض (اللہ تعالیٰ) سے فیض کے انتظار کرنے اور اپنے مورد پر اُس فیض کے وارد ہونے کا خیال رکھنے کو کہتے ہیں جو فیض کہ حضرت حق سبحانہٗ کی طرف سے سالک کے لطائف میں سے کسی لطیفہ پر وارد ہوتا ہے۔ اُس لطیفہ کو اس کا مورد فیض کہتے ہیں۔ اسی واسطے مشائخ کرام نے مراقبات میں سے ہر ایک مقام کے مناسب ایک ایک مراقبہ فرما دیا ہے۔ چنانچہ دائرہ امکان میں مراقبہ احدیت کا اَمر ہے۔ اور مراقبہ احدیت اُس ذات عالیہ کے مراقبہ کا نام ہے جو کہ تمام صفات کمالیہ کی جامع اور ہر ایک عیب ونقصان سے منزّہ وپاک اور اسم مبارک اللّٰہ کا

سالک آں لطیفہ را مورد فیض می گویند، لہٰذا در ہر مقام مراقبہ از مراقبات معیّن فرمودہ اند، در دائرہ امکان مراقبہ احدیت وآن عبارت ست، از مراقبہ ذاتی کہ جامع جمیع صفاتِ کمال ست، ومنزہ است از جمیع نقصانات کہ مسمّٰی اسم مبارک اَللّٰہ است، ولحاظ می نمایند، کہ فیض ازاں ذات بر لطیفہ قلب وارد می شود، وایں مراقبات را گاہے بے ذکر ہم مے کنند، وذکر بے مراقبہ مفید نیست۔

شغل سوّم

شغل سوّم ذکر رابطہ است وآن عبارت از نگاہداشتن صورت شیخ است، در مُدرکہ خود یا درونِ دل خود یا صورت خود را صورتِ شیخ تصور می نماید، وچوں رابطہ غالب مے آید در ہر چیزے صورت شیخ بنظر مے درآید ایں را فنافی الشیخ می گویند، وایں احوال بریں تباہ حال نیز در ابتدا ورود یافتہ بود، کہ از عرش تا ثرٰی صورت حضرت شیخ خود محیط مے یافتم، ودجمیع حرکات وسکنات خود را حرکات وسکناتِ آنحضرت مے دیدم۔

بیت

در و دیوار چوں آئینہ شد از کثرتِ شوق
ہر کجا مے نگرم روئے ترا مے بینم

باید دانست، کہ طریقۂ رابطۂ اقرب طرق ست، ومنشا ظہور عجائب وغرائب ست حضرت ایشاں عروۃ الوثقٰی خواجہ محمد معصوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمودہ اند، کہ ذکر تنہا بے رابطہ وبے فنافی الشیخ موصل نیست، ورابطہ تنہا برعایت آدابِ صحبت کافی است۔

مسمّٰی و مصداق ہے، اور اس مراقبہ میں اس امر کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ اس ذات پاک کا فیض لطیفہ قلب پر وارد ہو رہا ہے، اور ان مراقبات کو کبھی کبھی بغیر ذکر کے استعمال کرتے ہیں اور خالی ذکر بغیر مراقبہ کے مفید نہیں۔

تیسرا شغل

تیسرا شغل رابطہ ہے، اور اس کی کئی صورتیں ہیں؛ (۱) اپنے شیخ و پیر کی صورت وشکل کو اپنے ذہن میں نگہ رکھنا۔ (۲) اُس کی شکل وصورت کو اپنے دل کے اندر محفوظ رکھنا۔ (۳) اپنی صورت کو شیخ کی صورت خیال کرنا۔ اور رابطہ جب مرید پر غالب کرتا ہے تو ہر چیز میں اُس کو اپنے شیخ کی صورت نظر آتی ہے، اور اس حالت کا نام فنا فی الشیخ ہے۔ معلوم رہے کہ یہ تمام احوال اس خراب حال (حضرت مصنف) پر بھی شروع شروع میں وارد ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ عرش سے لے کر فرش تک اپنے حضرت شیخ کی صورت کو محیط پاتا، اور اپنے حرکات وسکنات کو اپنے حضرت شیخ کے حرکات سکنات دیکھتا۔

بیت

ہر دَر و دیوار مارے شوق کے آئینہ سا ہو گئے۔ اب جدھر دیکھتا ہوں، اُدھر تو ہی تو ہے۔

جاننا چاہیے کہ رابطہ کا راستہ اور تمام راستوں کی نسبت بہت ہی نزدیک راستہ ہے۔ علاوہ براں عجائب وغرائب کے ظہور کا منشاء اور ذریعہ یہی ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ خالی ذکر بغیر رابطہ اور بغیر فنا فی الشیخ کے منزل مقصود تک پہنچا نہیں سکتا، اور خالی رابطہ صحبت کے آداب کی رعایت کے ساتھ کفایت کر سکتا ہے۔

فصل

در بیان سیر وسلوک ارباب قلوب

که در دائره ولایتِ صغریٰ می شود، معمول حضرت پیر دستگیر و خلفائے ایشاں چناں ست که اوّل توجه برائے القائے ذکر در لطائف طالب می فرمایند، وطریق توجه کردن ایں ست، که قلب خود را مقابل قلبِ طالب داشته، التجا بجناب الٰہی نموده، استمداد از مشائخ کرام فرموده که انوارِ ذکر که در قلبِ من از جناب پیرانِ کبار رسیده است، در قلبِ این طالب در آید، وتوجهے وہمتے بسوئے قلبِ او فرماید، از عنایت الٰہی در چند توجه حرکتِ ذکر در قلبِ او پیدا آید وہم چنیں روح خود را مقابلِ روح او داشته توجه کند، که نورِ ذکر که در لطیفۂ روحِ من از ارواحِ پیراں رسیده است، در روحِ طالب القا میکنم، وہم چنیں بر دیگر لطائف او که سر وخفی واخفیٰ ولطیفۂ نفس وقالب اوست، متوجه شده القای ذکر فرماید، چوں اجرائے ذکر در ہمه لطائف طالب شد، ذکر نفی واثبات او را تلقین فرموده، توجه برائے القائے نسبت جمعیت وحضور فرماید که جمعیت عبارت از بے خطرگی یا کم خطرگیِ قلب است، وحضور عبارت از پیدا شدن توجه است، در قلب بسوئے حضرت حق سبحانهٗ وچوں جمعیت وحضور در قلب طالب پیدا شد، پس قلب طالب را از ہمتِ خود بسوئے فوق جذب فرماید واکثرے را دیده ام، که اوّل جذب را ادراک می نمایند ووقتیکه لطیفه از قالب بر آید، نسبت حضور را اِدراک می نمایند، ووقتیکه لطیفه از قالب بر آید، نسبتِ حضور را اِدراک می کنند، بہمیں طریق برائے فیضِ ہر مقامے که توجه کند، خود

فصل

اربابِ قلوب کے سیر وسلوک کے بیان میں

جو ولایت صغریٰ کے دائرہ میں واقع ہوتا ہے، حضرت پیر دستگیر اور آپ کے خلفاء کا معمول یہ ہے کہ اوّل اوّل طالب کے لطائف میں ذکر ڈالنے کے لیے توجہ فرماتے ہیں، اور توجہ دینے کا اُن کے ہاں طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو مرید کے قلب کے مقابل کر کے جناب الٰہی سے بتوسل حضرات مشائخ کرام یوں عرض کرے کہ خداوندا! جو انوار ذکر پیرانِ کبار سے مجھ کو حاصل ہوئے ہیں اور میرا دل اُن سے منور ہو چکا ہے، تو اس طالب کے دل میں ڈال دے اور اُن سے اس کے دل کو منور فرما دے۔ پھر اپنی توجہ و ہمت بڑے زور سے طالب کے قلب کی طرف مصروف رکھے۔ حق سبحانہٗ سے امید قوی ہے کہ چند ہی بار کی توجہ سے اُس کے قلب کے اندر ذکر کی حرکت پیدا ہو جائے گی۔ پھر اسی طرح اپنی روح کو اُس کی روح کے مقابل رکھ کر توجہ کرے اور خیال میں لائے کہ پیران عظام کے ارواح شریفہ سے جو نور ذکر میرے لطیفہ روح میں پہنچا ہے، میں اُس کو اِس طالب کے روح میں اِلقا کرتا ہوں۔ اور اسی طرح اُس کے دوسرے لطائف (سِر وخفی واخفیٰ ولطیفہ نفس وقالب) پر متوجہ ہو کر ذکر اِلقا کرے۔ پھر طالب کے تمام لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی واثبات کا ذکر تلقین فرما کر جمعیت وحضور کی نسبت اِلقا کرے۔ دل کے بے خطرہ یا کم خطرہ ہونے کو جمعیت کہتے ہیں۔ اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف طالب کے دل میں توجہ پیدا ہونے کو حضور کہتے ہیں۔ اور جب طالب کے قلب میں حضور و جمعیت پیدا ہو جائے تو شیخ مرید کے قلب کو اپنی ہمت اور توجہ سے فوق (اوپر) کی طرف جذب فرمائے (کھینچ لے جائے)۔ میں نے (مصنفؒ) اکثر طلّاب کو دیکھا ہے کہ اوّل جذب کا اِدراک کرتے ہیں،

را مُنصَبغ برنگِ آن مقام ساختہ، فیضِ آن مقام را در باطن طالب القا فرماید، ومورِدِ آں فیض را نیز ملحوظ دارد، بدانکہ دل آدمی بسبب کثرتِ علائق وعوائق مثل انکشت[۱] سیاہ و بے نور شدہ است، وخود را واصل خود را فراموش ساختہ، چوں در صحبت مرشد کامل طالب صادق می آید، شیخ او را توجہ دادہ، طریق ذکر تلقین می فرماید، وتوجہ خود در حق او بکار می برد، از برکتِ توجہ نورِ ذکر در قلبِ او پیدا مے میشود، وآن انگشت سیاہ روشن شدن می گیرد وچوں از نورِ ذکر تمام قلب منور شد، شعلہ از قلبِ او بلند می شود وایں را در طریقہ مظہریہ فتح باب مے نامند، واوّل بشارتے کہ بطالب عطا مے فرمایند، بشارتِ فتح باب است دریں وقت قلب کہ از اَصل خود غافل وذاہلِ شدہ بود، باز اصلِ او بیادش مے آید، وبطرفِ فوق متوجہ می شود، ودر چندے آں شعلۂ نور کہ بلند شدن گرفتہ بود، از قالب مے بر آید، وہمیں معنی ست، آنکہ می گویند، لطیفہ از قالب بر آمد ہم چنیں آہستہ آہستہ بطرف اصل خود کہ فوق العرش ست سیر می فرماید، وبیمن برکت صحبتِ شیخ جذبات قویّہ لطائف طالب را فرومی گیرد وسرعت وبطوءِ سیر آنچہ من فہمیدہ ام موقوف بر کثرت وقلت توجہاتِ شیخ ست، اگر کثرتِ توجہات در حق طالب بکار می برد، سیر طالب سریع می شود، واگر توجہات شیخ قلیل ست، سیر نیز ہماں قدر خواہد بود، واستعداد طُلّاب مختلف افتادہ بعضے استعداد خوب دارند، کہ در اندکِ توجہ مانند ہوائے آتشین بطرف بالا می پرند، کہ بسرعت سیر این ہا نظر ہر کس کار نمی کند وبعضیکہ بطئ الاستعداد ہستند، افتاں وخیزاں بمنزل مقصود میرسند، غرض صحبت شیخ علی الخصوص دریں طریق طالباں را ضرور تر افتادہ است، کہ بدون توجہ شیخ پائے سعی دریں راہ لنگ ست، واز ریاضات ومجاہدات خویش کارے نمی کشاید اِلّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہ تَعَالٰی کَمَا شَاھَدْنَا

۱۔ انگشت بالفتح وکاف فارسی مکسور چوب سوختہ کہ سرد شدہ سیاہ گشتہ باشد۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

اور جب لطیفہ قالب سے برآمد ہوتا ہے تب نسبتِ حضور دریافت کرتے ہیں۔ شیخ کو لازم ہے کہ اسی طرح جس مقام کے فیض کے واسطے توجہ کرے پہلے اپنے تئیں اُس مقام کے فیض کے رنگ سے رنگین کر کے اُس مقام کا فیض طالب کے باطن میں اِلقا کرے۔ علاوہ براں اُس فیض کے مورد کو بھی ملحوظ رکھے۔ فائدہ: جاننا چاہیے کہ انسان کا دل اصل فطرت میں روشن ومنور پیدا ہوا ہے، مگر عام طور پر کثرت تعلقات وموانع کے باعث کوئلہ کی مانند سیاہ و بے نور ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے آپ اور اپنی اصل کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ ولیکن جب وہ طالب صادق بن کر اور حسن عقیدت وارادت اپنے ہمراہ لے کر کسی کامل شیخ ومرشد کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو وہ مرشد اُس کی طرف متوجہ ہو کر اُس کو ذکر کی تلقین کرتا اور اپنی توجہات اُس کے حق میں مصروف رکھتا ہے، تو اُس کی توجہات کی برکت سے ذکر کا نور اُس کے قلب میں پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سیاہ کوئلہ اب دہکنے لگتا ہے۔ اور جب ذکر کے نور سے اُس کا تمام دل منور ہو جاتا ہے تو اُس کے دل سے ایک نور کا شعلہ اُٹھتا ہے۔ اُس کو طریقہ مظہریہ میں فتح الباب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اوّل اوّل جو بشارت کہ طالب کو عطا فرماتے ہیں، وہ یہی فتح الباب کی بشارت ہے۔ اس وقت قلب کو اپنی فراموش شدہ اصل پھر یاد آتی ہے اور اپنے فوق کی جانب متوجہ ہوتا ہے، اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ نور کا شعلہ جو قلب سے اُٹھنے لگا تھا، اب قالب سے برآمد (ظاہر) ہوتا ہے۔ اور یہ ہی مطلب ہے اُن کے اس قول کا کہ (لطیفہ قالب سے برآمد ہو) اب تو آہستہ آہستہ اپنے اصل کی طرف جو فوق العرش ہے، سیر کرنے لگتا ہے، اور شیخ کی صحبت کی برکت ویُمن سے بڑے قوی قوی جذبات طالب کے لطائف پر وارد ہونے لگتے ہیں۔ رہی سیر کی تیزی وآہستگی، وہ تو میری فہمید میں شیخ کی توجہات کی کمی بیشی پر مبنی ہے۔ اگر شیخ اپنی توجہات طالب کے حق میں بکثرت صَرف کرے گا تو طالب کی سیر تیز تیز واقع ہوگی۔ اور اگر شیخ کی توجہات کمی کے ساتھ واقع ہوئی تو طالب کی سیر بھی اُسی انداز پر وقوع میں آئے گی۔ طالبوں کی اپنی استعداد ولیاقت بھی مختلف طور پر واقع ہوئی ہے۔ اُن میں کچھ تو بڑی استعداد ولیاقت کے ہیں، جو

فِیْ صُحْبَةِ شَیْخِنَا وَاِمَامِنَا قَلْبِیْ وَ رُوْحِیْ فِدَاهُ وَ جَرَّبْنَاهُ غَیْرَ مَرَّةٍ واز برکتِ توجہ است، کہ جذبہ دریں طریق مقدم اُفتادہ راہ را آسان ساختہ، چہ از رفتن تا بردن فرق ظاہر است، وخلاصۂ سلوک کہ عبارت از قطع کردن مقاماتِ عشرہ مشہورہ است از توبہ واِنابت وزہد وریاضت ووَرع وقناعت وتوکل وتسلیم وصبر ورضا، در ضمنِ آں طَی می شود، قربان پیرانِ خودشوم کہ چہ راہ سہلے وآسانے برائے ماپست فطرتاں وکم استعداداں مقرر ساختہ اند، ایں احسان حضرت شاہ نقشبندست رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہ پانزدہ روز سر بسجدہ نہادہ دعاوتضرع در جناب الٰہی کردہ اند وعرض کردہ اند، کہ الٰہی مرا طریقہ وہ کہ البتہ موصل باشد، اللہ تعالیٰ دعائے ایشان مستجاب فرمودہ، وایشان را طریقہ عنایت کرد، کہ اقرب طرق ست والبتہ موصل ست۔ لیکن شیخ کامل ومکمل باید کہ ظاہرش بکمالِ متابعت حضرت رسالت پناہی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ آراستہ وباطنش از ماسوی پیراستہ[1] وبدوامِ حضور حضرت حق سُبْحَانَہٗ درساختہ باشند، والاّ گناہِ طریق چیست، باید دانست، کہ اکابر نقشبندیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَھْلِھَا اصل کار بر جمعیت وحضور داشتہ، بہر رَطب و یابس دست نہ انداختہ اند، وبصور واَشکالِ غیبی متوجہ نمی شوند، وکشوف وانوار را چنداں اعتبار نہادہ اند وطالب را بحصول چہار چیز رغبت می فرمایند جمعیت وحضور وجذبات وواردات کششِ لطائف را کہ بطرف فوق می شود، جذبات می گویند، وواردات عبارت ست، از وارد شدن حالے از فوق بر قلب کہ طاقت تحمل آں داشتن متعسّر ست جہت فوق بسبب ممارست[2] توجہ آن جہت ست والاّ

۱۔ از پیراستن بالکسر بیائے مجہول ونثر وبعضے بفتح بمعنے کم کردن و بریدن چیزے را بجہت آرائش وزیبائی۔ غیاث

۲۔ ممارست کوشیدن وتفحص کردن وتجربہ نمودن و درکارے رنج نمودن و درمان کردن۔ غیاث لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

ادنیٰ توجہ میں ہوائے آتشین کی مانند اوپر کو اِس قدر تیزی کے ساتھ اُڑتے جاتے ہیں کہ ان کی سرعت سیر میں ہر ایک شخص کی نظر کام نہیں کر سکتی اور ان میں کچھ کم لیاقت بھی ہیں، مگر گرتے پڑتے منزل مقصود تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ الغرض طالبانِ حق کو صحبت شیخ (علی الخصوص طریقہ نقشبندیہ میں) از حد ضروری ہے، کیونکہ صحبت شیخ کے بغیر اُن کی تگ و دو کا پاؤں اٹھ بھی نہیں سکتا، اور اُن کی اپنی ریاضتوں اور محنتوں سے کچھ بھی نہیں بن سکتا، الا ماشاء اللّٰہ. چنانچہ ہم اس امر کا اپنے شیخ و امام (میرا دل اور میری روح اُن پر قربان) کی صحبت میں بارہا مشاہدہ اور تجربہ کر چکے ہیں۔ توجہ کے برکات میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم واقع ہوا ہے۔ اسی وجہ سے راستہ میں ایک طرح کی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ کیونکہ جانے اور لے جانے میں تو بہت ہی بڑا فرق ہے۔ اور نیز سلوک کا خلاصہ یعنی فقر کی دس مشہور منزلوں (توبہ، انابت، زہد، ریاضت، وَرع، قناعت، توکل، تسلیم، صبر، رضا) کا طے کرنا بھی اسی جذبہ کے ضمن میں ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ میں اپنے پیروں پر قربان جاؤں کہ انہوں نے کم ہمت نالائقوں کے واسطے کیا ہی آسان راستہ مقرر کیا ہے۔ یہ سب حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا احسان ہے کہ آپ نے پندرہ روز تک سربسجود ہو کر جناب الٰہی میں دعا و گریہ زاری کی۔ اور عرض کیا کہ خداوند! مجھ کو ایسا طریقہ عطا فرما جو یقیناً و قطعاً تجھ تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایسا راستہ عطا فرمایا جو اور راستوں کی بہ نسبت بہت ہی نزدیک ہے، اور یقیناً اُس تک پہنچانے والا بھی ہے۔ لیکن پھر بھی پیر ایسا کامل و مکمل ہونا چاہیے جس کا ظاہر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کمال متابعت کے ساتھ آراستہ و مزیّن ہو اور باطن غیر حق سبحانہٗ سے بے تعلق و پاک وصاف اور حضرت حق سبحانہٗ کے دوام حضور سے مشرف، ورنہ پھر اس طریقہ کا کیا گناہ اور کیا قصور۔ جاننا چاہیے کہ مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک حضور اور جمعیت ہی اصلی کام ہے۔ اسی واسطے ہر خشک و تر پر ہاتھ نہیں ڈالتے، اور غیبی صورتوں اور شکلوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اور کشوف اور اَنوار کو چنداں معتبر نہیں خیال کرتے، اور طالب کو

اوتعالی را بیروں دائرہ جہات باید جست، وہمیں واردات را دریں طریقہ عدم و وجود آں می گویند، اوّل ایں وارد بر سالک گاہے بلکہ بعد از ماہے وُرود می کند و رفتہ رفتہ کثرت پیدا می کند، و بعد از ہر ہفتہ و ہر روز بلکہ در روزے چند بار تا وقتیکہ بتواتر و توائی مے انجامد و اِتصال واردات می شود، آنکہ بزرگاں ایں طریقہ فرمودہ اند۔

بیت

وصل اعدام گر توانی کرد
کارِ مرداں مردوانی کرد

اشارت باینحالت ست، وہمیں عدم و وجودِ عدم فنا و بقاست، در جہت جذبہ لیکن فناء قلب وقتے متحقق شود کہ تعلق علمی وحبّی بما سوائے از ساحتِ سینہ رخت بربندد و خطرہ ماسوائے درونِ قلب ہرگز نیاید۔

بیت

خیال ماسوائے از دل بروں کن
گذر از چوں و حب بیچگوں کن

وفناء قلب در تجلیاتِ افعالیہ الٰہیہ می شود یعنی دیدن افعال ماسوای آثار فعل حضرت حق سُبْحَانَهُ تَعَالٰی ، چوں ایں دید غالب آید صفات وذاتِ ممکنات را مظہر صفات وذات حضرت حق خواہد دید و بتوحید وجودی کہ عبارت از دیدن ہستی ممکناتِ امواجِ ہستی وتعالی ست، ترنم خواہد نمود۔

بیت

غیرتش غیر در جہاں نگداشت
لا جرم عین جملہ اشیا شد

اِنہی چار چیزوں کی رغبت دیتے ہیں؛ جمعیت، حضور، جذبات، واردات (اوّل الذکر دونوں کے معنی اوپر بیان ہو چکے ہیں، مؤخر الذکر دو کے معنی یہ ہیں)۔ لطائف کی کشش فوق کی جانب کو جذبات کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور قلب پر کسی دشوار نا قابلِ برداشت حالت کے اوپر سے وارد ہونے کا نام واردات ہے۔ فوق (اوپر) کی جانب کا ذکر صرف اسی بنا پر ہے کہ عادۃً فوق ہی کی طرف توجہ کی جاتی ہے، ورنہ حق سبحانہٗ تعالیٰ جہات و اطراف سے بالکل پاک و مبرّا ہے۔ اُس کو دائرہ جہات و اطراف سے باہر ڈھونڈنا چاہیے اور انہیں واردات کو اس طریقہ نقشبندیہ میں عدم اور وجود عدم بھی کہا جاتا ہے، اوّل اوّل یہ وارد (حالت) سالک پر کبھی کبھی بلکہ ایک ایک مہینہ کے بعد وارد ہوا کرتی ہے اور رفتہ رفتہ کثرت پیدا کرتی جاتی ہے۔ پھر تو ہفتہ وار اور روزانہ بلکہ ایک ایک روز کئی کئی بار اُس کا ورود ہونے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ پے در پے اور متواتر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور واردات کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ وہ جو اس طریقہ کے بزرگوں نے فرمایا ہے۔ **بیت:**

اگر تجھ سے وصل اعدام ہو سکے تو البتہ مردوں کا کام تو کر سکے گا۔

اسی حالت کی طرف اشارہ ہے اور یہی عدم و وجود عدم جہت جذبہ میں فنا بھی ہے اور بقا بھی، مگر فناء قلب تو تب ہی حاصل ہوگی جبکہ ماسوا کا علمی وحبّی تعلق سینہ سالک سے کوچ کر جائے اور غیر کا خطرہ تک بھی اُس کے دل میں نہ گزرے۔ **بیت:**

خیال ماسوا دل سے برون کر　　　گزر چوں سے وحبِ بیچگوں کر

اور فناء قلب تجلیات افعالیہ الٰہیہ میں حاصل ہوتا ہے، یعنی ماسوا کے افعال کو حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فعل کا اثر خیال کرنا۔ جب یہ دید و خیال طالب پر غلبہ کر جاتا ہے تو ممکنات کے ذات و صفات حضرت حق کے ذات و صفات کا مظہر (جائے ظہور) سمجھنے لگتا ہے اور توحید وجودی، یعنی ممکنات کی ہستی کو ہستی حق کی موجیں سمجھنے کا گیت گاتا ہے۔ **بیت:**

اُس کی غیرت نے جہاں میں غیر نہیں چھوڑا، اسی بنا پر وہ ہر ایک چیز کا عین ہوا نہ غیر۔

وارباب توحیدِ وجودی خودرا و عالم راگم ساختہ در بحروجودِ حضرت حق غوطہ خواہند خورد۔

بیت

ز سازِ مطرب پر سوز ایں رسید بگوش
کہ چوب وتار وصدائے تَنَن تَنَن و ہمہ اوست

وایں را فنافی اللہ گفتہ اند، وچوں سالک دریں بحرزخار غوطہ خورد، غیراز بحرِ شہود بصیرتش چیزے نیافت و بہر طرف کہ مشاہدہ کرد، سوائے دریا واَمواج اوندید، بلکہ خودرا قطرہ ایں بحردید، وازکمالِ استغراق امتیازِ قطرہ نیز مرتفع گشت۔

بیت

جوئے ایں دریا توئی نیکو بجوئے　　انفکاکے نیست در دریا و جوئے

حضرت شیخ اکبر قدس سرّہٗ کہ سندایں طائفہ علیہ اندمی فرمایند:

شعر

اَلْبَحْرُ بَحْرٌ عَلٰی مَا کَانَ فِیْ قِدَمٍ　　اِنَّ الْحَوَادِثَ اَمْوَاجٌ وَاَنْھَارٌ
فَلَا یَحْجِبَنَّکَ اَشْکَالٌ تُشَاکِلُھَا　　عَمَّنْ تَشَکَّلَ فِیْھَا وَ ھِیَ اَسْتَارٌ

ونیز می فرمایند:

قطعہ

لَا آدَمَ فِی الْکَوْنِ وَلَا اِبْلِیْسٌ　　لَا مُلْکُ سُلَیْمَانَ وَلَا بِلْقِیْسٌ
فَالْکُلُّ عِبَارَۃٌ وَّ اَنْتَ الْمَعْنٰی　　یَا مَنْ ھُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْنَاطِیْسٌ[1]

مغربی می فرماید:

۱۔ بالکسر سنگ آہن ربا۔

اہل توحید وجودی نے اپنے آپ کو اور تمام عالم کو گم کر کے حضرت حق کے دریا وجود میں غوطہ لگایا۔

بیت

مطرب کے پُر سوز ساز سے یہ ندا کان میں پہنچی کہ چوب اور تار اور تنن تنن کی آواز سب وہی ہے۔

اور اس کو فناء فی اللہ کہتے ہیں، اور سالک نے جب اس سمندر بے کنار میں غوطہ لگایا تو اُس کی بصیرت نے بجز سمندر کے اور کچھ بھی نہ پایا، اور جس طرف کو نظر اُٹھائی تو سوائے سمندر اور اُس کی موجوں کے اور کچھ بھی نظر نہ آیا، بلکہ اپنے تئیں بھی اسی دریا کا ایک قطرہ پایا اور کمال استغراق کے باعث قطرہ اور دریا میں بھی امتیاز باقی نہ رہا۔

بیت

اب غور کر کہ تُو تو اسی دریا کی ایک نہر ہے، دریا اور نہر میں جدائیگی کہاں ہے۔

اس طائفہ علیہ کی سند حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

شعر

سمندر تو اپنی اُسی قدیمی حالت پر ہی موجود ہے، اور یہ تمام کائنات (جو تیرے مشاہدہ میں ہے) صرف اسی سمندر کی موجیں ہی موجیں اور نہریں ہی نہریں تو ہیں، سو یہ سب موجوں اور نہروں کی صورتیں اور شکلیں تیرے لیے ان کے اصلی متشکل سے حجاب نہ بن جائیں، یہ تو صرف پردے ہی پردے ہیں۔

اور نیز سند الطائفہ فرماتے ہیں:

قطعہ

اے دلوں کے مقناطیس! اس عالم وجود و ہستی میں نہ آدم ہے نہ ابلیس اور نہ ملک سلیمان ہے اور نہ بلقیس، یہ تو سب کے سب الفاظ و عبارات ہیں اور تو ہی سب کا معنی ہے۔

اور مغربی صاحب دیوان فرماتا ہے:

غزل

ز دریا موجِ گونا گوں برآمد — ز بیچونی برنگِ چوں برآمد
گہے در کسوتِ لیلیٰ فرو شد — گہے بر صورتِ مجنوں برآمد
چو یار آمد ز خلوتخانہ بیروں — ہمون نقشِ دروں بیروں برآمد
ازیں دریا بدیں امواج ہر دم — ہزاراں گوہر مکنون برآمد
بصد دستان بکامِ دوستاں شد — بصد افسانہ و افسوں برآمد
بدیں کسوت کہ می بینش اکنوں — یقین مے داں کہ او اکنوں برآمد
چو شعر مغربی در ہر لباسے — بغایت دلبر و موزوں برآمد

وچوں فنا بایں مرتبۂ کمال رسید بوجود موہوب اورا موجود ساختہ بقائے از نزد خود عطا خواہند فرمود، وخود را در ہمہ و ہمہ را در خود مشاہدہ خواہد نمود، وعالم را مرآت جمال خود خواہد دید واز غایت شوق بایں اشعار ترنم خواہد بود۔

غزل

چوں بنگرم در آئینہ عکس جمال خویش — گردد ہمہ جہاں بحقیقت مصورم
خورشید آسماں ظہورم عجب مدار — ذرّات کائنات اگر گشت مظہرم

قطعہ

عشقم کہ در دو کون و مکانم پدید نیست — عنقاءِ مغربم کہ نشانم پدید نیست
ز ابرو و غمزہ ہر دو جہاں صید کردہ ام — منکر بداں کہ تیر و کمانم پدید نیست
گویم بہر زباں و بہر گوش بشنوم — ایں طرفہ تر کہ گوش و زبانم پدید نیست

غزل

اُس دریائے وحدت سے کثرت کی گونا گوں موجیں برآمد ہوئیں، وہ (محبوب حقیقی) بیچونی سے چوں کے رنگ میں آیا، کبھی پہنا لباس لیلیٰ کا، کبھی مجنوں کی صورت بن کے آ نکلا، خلوت سے جب وہ یار باہر آیا تو وہی ہو بہو اندر ہی کا نقشہ باہر آیا۔ اس دریا سے ان موجوں کے ہمراہ ہزاروں چھپے ہوئے خوبصورت موتی نکل آئے، سومکر، حیلے اور بہانے کیے تو پھر کہیں دوستوں کے موافق ہوا۔ غرض سو قصوں اور قضیوں کے بعد وہ نکلا، جس لباس میں اُس کو تو اب دیکھ رہا ہے، یقین کر، کہ وہ اُس میں ابھی نکلا ہے۔ مغربی کے شعر کی مانند ہر لباس مین وہ نہایت ہی دل پسند اور موزوں نکلا۔

اور فنافی اللہ جب اس حد کمال تک پہنچتا ہے تو اُس کو وجود موہوب سے موجود کر کے خاص اپنے پاس سے ایک قسم کی بقا عطا فرماتے ہیں، پھر تو وہ اپنے آپ کو تمام میں اور تمام کو اپنے آپ میں مشاہدہ کرنے لگتا ہے، اور تمام عالم کو اپنے جمال کا آئینہ تصور کرتا ہے، اور ذیل کے فارسی اشعار نہایت شوق سے گانے لگتا ہے:

غزل

جب میں آئینہ میں اپنے جمال کے عکس کا مشاہدہ کرتا ہوں تو سارا جہاں درحقیقت میرا ہی میرا نقشہ دکھائی دیتا ہے۔ خورشید آسماں بھی میرا ہی ظہور ہے۔ اگر تمام کائنات کے ذرّات بھی میرا ہی مظہر بن چکے ہیں تو اے یار تو ہرگز بھی کچھ تعجب نہ کر۔

اور نیز مغربی کا قول ہے:

قطعہ

میرا عشق جو کون و مکان میں ظاہر نہیں، تو پھر حیرانی کیا ہے۔ میں تو عنقاء مغرب ہوں، میرا تو ایک نشان تک بھی موجود نہیں، میں نے تو اَبرو و غمزہ کے ساتھ دونوں جہاں شکار کر لیے۔ اے منکر! خیال کر کہ میرا تو تیر و کمان بھی ظاہر نہیں، میں تو ہر زبان سے بولتا ہوں اور ہر کان سے سنتا ہوں، طرفہ یہ کہ نہ تو میری زبان ہی ظاہر ہے اور نہ ہی میرا کان۔

بدانکه توحید وجودی و ذوق و شوق و واضح شدن اسرارِ معیت و آه و نعره و بے خودی و استغراق و سماع و رَقص و وجد و تواجد ہمہ در سیر لطیفۂ قلب ست، و قلب اوّل در دائرہ امکان سیری نماید، و از احوالِ آں دائرہ است، جذب و حضور و جمعیت و واردات و کشفِ کونی و کشفِ ارواح و کشفِ عالم مثال و سیر عالم ملک کہ عبارت از تحتِ افلاک ست، و ملکوت کہ عبارت از ملائکہ و اَرواح و بہشت و آنچہ ما فوقِ آسمانہاست، ہمہ داخل دائرۂ امکان ست، بلکہ در نصفِ سافل آں دائرہ ایں چنیں شعبدہ ہا بنظر می در آید، و ایں را سیر آفاقی می گویند، و کمالِ حضور و جمعیت و جذباتِ قویّہ در دائرہ ثانی کہ عبارت از سیر تجلیاتِ افعالیہ است و سیرِ ظلالِ اسماء و صفات ست، و مسمّٰی بدائرۂ ولایتِ صغریٰ ست، حاصل می شود، و از نصفِ عالی دائرہ امکان کہ فوق عرش ست چہ وانماید کہ بسیارے از صوفیہ نارسیدہ از باعث تنزیہ و لامکانیت آن مقام را مرتبہ صفات و ذات فہمیدہ[۱] اند یکے می گوید، کہ سر استوای فوقِ عرش از اسرار غامضہ است، ایں از جملہ اغلاطِ صوفیہ است، و در نصف دائرہ فوق عرش سیرِ انفسی، قرار دادہ اند بلکہ کمالِ سیرِ انفسی در دائرہ ولایت صغریٰ کہ محل ظہور توحید و اَسرارِ معیت است، واضح می شود امام[۲] الطریقہ حضرت شاہ نقشبند فرمودہ اند کہ اولیاء اللہ بعد از فنا و بقا ہر چہ می بینند، در خودی بینند، و ہر چہ می شناسند، در خودی شناسند، و حیرت ایشاں در نفس خود ست وَفِیٓ اَنۡفُسِکُمۡ ط اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ بزرگے می گوید:

دائرہ ولایت صغریٰ
کہ عبارت از
ظلال اسماء و صفات ست

۱۔ وحال آنکہ نہ چنیں ست کہ گمان بردہ اند، بلکہ امکان را وجوب تصور کردہ اند۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ تا ابد ست مرقوں خود را و در نصف دائرہ فوق عرش سیر انفسی قرار دادہ اند۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

جاننا چاہیے کہ توحید وجودی، ذوق وشوق، آہ نعرہ، بیخودی، استغراق، سماع، رقص، وجد تواجد، اور اسرار معیت کا ظہور، یہ سب کے سب حالات لطیفہ قلب ہی کی سیر میں سالک پر وارد ہوا کرتے ہیں، اور قلب اوّل اوّل تو دائرہ امکان ہی میں سیر کیا کرتا ہے اور جذب حضور، جمعیت واردات کشف کونی، کشف ارواح اور کشف عالم مثال اسی دائرہ امکان کے احوال میں سے ہیں، اور سیر عالم ملک یعنی ماتحت افلاک کی سیر اور عالم ملکوت یعنی ملائکہ وارواح و بہشت و مافوق افلاک کی سیر بھی اس دائرہ میں ہی داخل ہے۔ بلکہ یہ تمام شعبدے اُس دائرہ کے نصف زیریں حصہ میں ہی دکھائی دیتے ہیں، اور اس کو سیر آفاقی کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور کامل حضور و جمعیت اور قوی قوی جذبے تو دائرہ ثانی یعنی دائرہ ولایت صغریٰ میں حاصل ہیں، اور دائرہ ثانی تجلیات افعالیہ اور اسماء صفات کے ظلال کی سیر کا نام ہے، اور دائرہ امکان کے نصف حصہ عالی کا، جوفوق العرش ہے، کیا حال ظاہر کرے، اُس مقام کی تنزیہہ و لامکانیت کے باعث بعض نارسیدہ ناقص صوفیوں نے اُس مقام کو ہی ذات وصفات کا مرتبہ خیال کرلیا۔حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ استویٰ علی العرش کا راز اسی مقام کے دقیقہ اسرار میں سے ہے۔ یہ منجملہ اُن کے اغلاط سے ہے، مشائخ نے اس کے نصف فوق العرش کو سیر انفسی قرار دیا ہے، بلکہ سیر انفسی تو کامل طور پر ولایت صغریٰ کے دائرہ میں ہی ظاہر ہوتی ہے، جو توحید وجودی اور اسرارِ معیت کے ظہور کا محل ہے۔امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند نے فرمایا کہ اولیاء اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ بھی دیکھتے ہیں، اپنے ہی آپ میں دیکھتے ہیں، اور کچھ بھی پہچانتے ہیں، اپنے ہی آپ میں پہچانتے ہیں۔اور ان کی حیرت بھی اپنے ہی آپ میں ہے۔آیہ کریمہ: وَفِیٓ اَنۡفُسِکُمۡ ط اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ اسی کی طرف مُشیر ہے۔ایک بزرگ فرماتے ہیں:

بیت

ہمچو نابینا بر ہر سوئے دست

با تو در زیر گلیم ست ہر چہ ہست

علامتِ رسیدنِ قلب در دائرہ ولایتِ صغریٰ آنست کہ توجہ فوق مضمحل شدہ احاطۂ شش جہت می فرماید و معیتِ بیچونی حضرت حق سبحانہٗ بادراک بیچوں محیط خود و محیط ہمہ عالم می بیند و بعضے را اَسرار توحید وجودی دست میدہد و منشاء اسرارِ توحید وجودی آنست، کہ بسبب کثرتِ عبادات و مجاہدات و ترکِ مالوفات و مرغوبات و دوامِ ذکر و فکر غلبۂ عشق و محبت بسوئے محبوب حقیقی پیدا می شود، و دل را جذبے و توجہے بسوئے آنجناب قدس ہویدا می گردد، و ایں مجاہدات و ترکِ مالوفات کہ موافق اتباعِ حبیبِ خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ واقع می شود، تصفیہ باطن از علائق ماسوائے میکند، و آئینہ دل را از زنگِ غفلت و ہوا از دودہ می فرماید تا بحدیکہ باطن را مرایائے عکوس و ظلال اسما و صفات واجبی میکند و چوں سالک بیچارہ و عاشق دل دادہ کہ نادیدہ بمحبوب خود تعشقے بہم رسانیدہ بود، عکوس و ظلال را عین محبوب تصور کردہ بشطحیات تکلم فرماید و صورت محبوب در آئینہ باطن خود دیدہ بیخود و مدہوش شدہ خیالِ وصال در سرش مے افتد، حافظ شیرازیؒ می فرماید:

بیت

عکس روئے تو چو در آئینہ جام افتاد

عارف از پرتو می در طمع خام افتاد

و چوں از غایت عَطَش فرق درمیان ظِل و اَصل نمے تواند کرد، لاجرم نعرہ اتحاد و عینیّت از نہادش مے برآید۔

بیت

نہ بن اندھا، نہ لے جا ہر طرف ہاتھ، ساتھ تیرے جو ہے زیر گلیم۔

ولایت صغریٰ کے دائرہ میں قلب کے پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ فوق کی جانب کی توجہ تو جاتی رہے اور بجائے اُس کے جہات ستہ کا احاطہ کرے، اور حضرت حق سبحانہٗ کی بے کیف معیت کو بے کیف ادراک کے ساتھ اپنے آپ کا اور تمام عالم کا محیط تصور کرے، اور بعضوں کو توحید وجودی کے اسرار بھی اسی میں حاصل ہو جاتے ہیں، اور توحید وجودی کے اسرار کا منشا وسبب غالباً تو یہ ہوا کرتا ہے کہ عبادتوں اور مجاہدوں کی کثرت اور اشیاء مالوفہ ومرغوبہ کی ترک اور ذکر وفکر پر دوام اور ہمیشگی کے باعث محبوب حقیقی کے عشق ومحبت کا غلبہ اور دل کو اُس جناب قدس کی طرف توجہ اور جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اور یہ مجاہدے اور اشیاء مالوفہ کی ترک جو حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اتباع کے موافق واقع ہو تو ماسوائے باطن کو صاف اور آئینہ دل کو غفلت اور ہوائے نفسانی کے زنگ سے پاک کر دیتے ہیں، حتیٰ کہ باطن کو اَسماء و صفاتِ واجبی کے ظلال اور پرتوں کا آئینہ بنا دیتے ہیں۔ اور جب یہ بیچارہ سالک دلدادۂ عاشق کہ جس نے بے دیکھے اپنے محبوب سے تعشق پیدا کر لیا تھا، محبوب کے عکوس اور ظلال کو محبوب کا عین خیال کر لیتا ہے، تو سکر یہ کلمات برخلاف شریعت زبان پر لاتا ہے، اور اپنے محبوب کی صورت اپنے باطن کے آئینہ میں دیکھ کر بیخود و مدہوش ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کے باطن میں محبوب کے وصال کا پختہ پختہ خیال بیٹھ جاتا ہے۔ حافظ شیرانی فرماتے ہیں:

بیت

تیرے چہرے کا عکس جب پیالے شراب کے شیشے میں پڑا تو عارف کا دل شراب کے پرتو سے طمع خام میں آپڑا۔

اور جب نہایت درجہ کی پیاس کے مارے ظل اور اصل میں فرق نہیں کر سکتا، تو اب خواہ مخواہ اس کے وجود سے اتحاد اور عینیت کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔

بیت

چوں عکسِ رخِ دوست در آئینہ عیاں شد
برعکسِ رخِ خویش نگارم نگراں شد

وغلبہ ایں دید بجائے رسید، کہ تعیّن وتشخص خود نیز از نظرش مرتفع شد ندائے سبحانی وأنا الحق از باطنش بلند شد، وچوں در حدیث قدسی وارد ست أنَــا عِـنْـدَ ظَـنِّ عَبْـدِیْ بِـیْ موافق ظن او با او معاملہ خواہند فرمود، وچوں صاحبِ ایں حالت از خود و بایستہائے خود فانی گشتہ است، از طعن وملامت دور است، وداخل زمرہ اولیاءست و از مجذوبانِ حق ست، بدانند کہ قبل از رسیدنِ قلب در دائرہ ثانی کہ مقامِ انکشافِ توحید ست، سخناں توحید گفتن واعتقاد وحدت وجود نمودن خلاف شریعت است، نمی بینی، کہ دعوتِ انبیاء عظام عَـلَـیْهِـمُ السَّلَامُ بتوحید وجودی نیست، بلکہ احکام شریعت موقوف بر اثنینیّت ست، وکتاب وسنت ناطق ست، بہ نفی معبودات باطلہ و یگانہ داشتن معبود حقیقی بعبادت وعوام را تخیل ومراقبۂ توحید کردن غیر از خسارت دنیا و آخرت نمے افزاید، مشائخ وقت را خدا انصاف دہد، کہ ایں چنیں اعتقاد ملحدانہ بمریدانِ خود تلقین می فرمایند وایں بیچارگاں را از صراطِ مستقیم منحرف می سازند، ضَـلُّوْا فَاضَلُّوْا ضَاعُوْا فَاضَاعُوْا.

بیت

بخیردے چند ز خود بے خبر
عیب پسندند بزعم ہنر
باد شوند ار بچراغے رسند
دود شوند ار بدماغے رسند

بیت

جب دوست کے چہرہ کا عکس آئینہ کے اندر ظاہر ہوا تو میرا معشوق اپنے ہی چہرہ کا عکس دیکھنے لگا۔ اور یہ دید اس حد تک اُس پر غالب ہوئی کہ اُس کا اپنا تعیّن و تشخص بھی اُس کی نظر سے اُٹھ گیا۔

پھر تو کیا تھا، **سبحانی و انا الحق** کی ندا اُس کےؒ باطن سے بڑے زور کے ساتھ گونجنے لگی اور چونکہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ کا بندہ کے ظن وگمان کے موافق ہونا وارد ہوا ہے، لہٰذا خدا کی طرف سے اس کے ساتھ اُس کے ظن کے مطابق ہی معاملہ کیا جائے گا۔ اور نیز چونکہ ایسی حالت والا اپنے آپ اور اپنی تمام خواہشوں اور اِرادوں سے فانی ہو چکا ہے، لہٰذا وہ طعن اور ملامت سے بالکل دور ہے، اور اولیاء اللہ کے زمرہ میں داخل اور مجذوباں حق میں شامل ہے۔ جاننا چاہیے کہ دائرہ ثانی میں، جو توحید وجودی کے انکشاف کا مقام ہے، قلب کے پہنچنے سے پہلے پہلے توحید کی باتیں کہنا اور وحدت وجد کا اعتقاد کرنا شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ انبیاء عظام علیہم السّلام خلقِ خدا کو توحید وجودی کی دعوت ہرگز نہیں دیتے، بلکہ شریعت کے جملہ احکام دوئی اور کثرت پر موقوف ہیں، اور کتاب وسنت بھی معبودات باطلہ کی نفی اور معبود حقیقی کو عبادت میں یگانہ سمجھنے کے ساتھ ناطق ہے۔ عوام الناس کو توحید وجودی کے مراقبہ وتخیل سے سوائے دنیا وآخرت کے خسارہ کے اور کچھ بھی حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کے مشائخ کو انصاف عطا فرمائے کہ اپنے مریدوں کو ایسا ملحدانہ اعتقاد تعلیم فرماتے ہیں اور اُن بیچاروں کو راہِ راست سے منحرف کرتے ہیں۔ پہلے خود بہکے، پھر اوروں کو بہکایا۔ پہلے خود ضائع ہوئے، پھر اوروں کو ضائع کیا۔

بیت

چند بیوقوف جن کو اپنے آپ کی بھی ہوش نہیں، ہنر کے خیال سے عیب کو پسند کیے بیٹھے ہیں۔ کبھی کسی چراغ تک اُن کی رسائی ہو جائے تو ہوا ہو جائیں، کبھی کسی کے دماغ میں جا پہنچیں تو دھواں بن جائیں۔

باید دانست کہ بعضے سالکاں را قبل از قطع دائرہ امکان بلکہ قبل از برآمدن لطیفہ از قالب حالتے شبیہ بتوحید وجودی و ہمہ اوست، ظاہر می شود، وموجبش آنکہ بتخیل مراقبۂ توحید صورت توحید در متخیلہ ایشاں متصور می شود، وچوں ایں تخیل غلبہ می کند، سخنانِ توحید بے تحاشی می گویند، خصوصاً در اوقاتِ سماع و آواز خوش وتار ونغمہ کہ در قلب حرارتے و ذوقے پیدا مے شود، بے باک تر می شوند و اَشعارِ توحید شنیدہ خود را ہمحال قائلانِ آں اشعار مے شناسند و نمی دانند کہ ارباب ایں احوال را آداب وشرائط ست کہ دریں ہما مفقود اند، معظم تریں شرائط اِتباعِ سنت سنیہ است، و اجتناب از بدعت نامرضیّہ حکایات مشائخ متقدمین قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِهِمْ درورع وتقویٰ معروف است، وجمع را چونکہ سیر عنصر ہوائی دست میدہد، کہ ایں عنصر لطافتے دارد و در ذرّاتِ ممکنات ساریست، ایشاں آنرا وجود حق تصور یدہ سخناں توحید بر زبان مے آرند، نمی دانند کہ ایں سیر داخل دائرہ امکان ست، ومقام توحید بعد از انقطاع ایں دائرہ است و برخے بسبب انکشاف عالم ارواح وبیچونی آں عالم نسبت بہ عالم اجسام واحاطۂ آں مر عالم اجسام را آں را قیوم عالم تصور می نمایند و آنرا بخدائی می پرستند دریں مقام بعضے اکابر را نیز اشتباہے واقع شدہ سلطان العارفین قدس سرہٗ می فرمایند سی سال روح را بخدائی پرستیدم وچوں عنایتِ ایزدی شامل حال ایں بزرگواراں بود، ایشانرا ازاں مقام ترقی واقع شدہ آنگاہ ایں اشتباہ را دانستند بدانند کہ روح از عالم امکان ست، الاّ آنکہ بلا مکانیّت تعلق دارد ورنگ بیچونی دارد امّا نسبت بہ بیچونِ حقیقی از قسم چونست واز مخلوقات حق ست سُبْحَانَهٗ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ[1] وتحقیق وتفصیل ایں اشتباہات

۱۔ وكان الله ولم يكن معه شي. لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

جاننا چاہیے کہ بعضے سالکوں پر دائرہ امکان طے کرنے سے قبل بلکہ قالب سے لطیفہ برآمد ہونے سے بھی پیشتر ایک حالت توحید وجودی اور ہمہ اوست کے مشابہ وارد ہو جایا کرتی ہے۔ اس کا سبب اور منشا یہ ہوا کرتا ہے کہ توحید وجودی کے مراقبہ کا تخیل کرنے سے توحید وجودی کی صورت اُن کی قوت متخیلہ میں منقش ہو جاتی ہے، اور اس تخیل کے غلبہ کے وقت توحید کے سخن وہ بے تحاشا کہنے لگتے ہیں، خصوصاً سماع و دلکش آواز و تار و نغمہ کے سننے کے وقت، جب اُن کے قلب میں ایک نوع کی حرارت کا ذوق وشوق پیدا ہو جاتا ہے تو اُس وقت زیادہ بیباک ہو جاتے ہیں اور توحید کے شعر سُن کر اپنے آپ کو اُن اشعار کہنے والوں کے ہم حال خیال کر لیتے ہیں۔ یا اُن کو معلوم نہیں کہ ان حالات والوں کے لیے چند ایک آداب و شرائط ضروری و لابدی ہیں، جو اُن بے معنی لوگوں میں بالکل مفقود ہیں۔ اُن کے اہم ترین شرائط میں سے ایک بہت بڑی لازمی شرط سنت صحیحہ پر چلنا اور بدعت غیر پسندیدہ سے بچنا ہے۔ تقویٰ، پرہیزگاری و غائت احتیاط کے بارہ میں مشائخ متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ کے قصص و حکایات مشہور و معروف ہیں (اُن سب کو اپنا نصب العین بنانا چاہیے)۔ عنصر ہوائی جو نہایت ہی لطیف اور ممکنات کے تمام ذرّات میں سرایت کیے ہوئے ہے، بعضوں کو جب اُس کی سیر کا اتفاق پڑتا ہے تو یہ لوگ اُس کو وجود حق خیال کر کے توحید وجودی کی باتیں زبان پر لانے لگتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ یہ سیر تو دائرہ امکان میں داخل ہے، اور توحید وجودی کا مقام تو اس دائرہ کے انقطاع کے بعد آتا ہے، اور کچھ لوگ عالمِ ارواح کے انکشاف وظہور کے باعث اور عالم اجسام کی نسبت اُس کے بیچوں و بے کیف ہونے کے سبب اور عالم اجسام پر اُس کے احاطہ کرنے کی وجہ سے اُس (عالمِ ارواح) کو تمام جہان کا قیوم (نگہبان) خیال کر لیتے ہیں، اور اُسی کو نعوذ باللہ خدا سمجھ کر پوجنے لگتے ہیں۔ اس مقام میں بعضے اکابر کو بھی اشتباہ واقع ہوا ہے۔ سلطان العارفین (شیخ بایزید بسطامی) قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر پوجتا رہا۔ اور چونکہ عنایت خداوندی ان بزرگوں کے شاملِ حال تھی لہٰذا ان کو اس مقام سے جب ترقی حاصل ہوئی تو اس اشتباہ کو

درمکاتیب شریفہ حضرتِ امام ربّانی مجدد الف ثانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بانکشافِ تمام موجودست راقم گوید کہ چند سال بندہ را ایں چنیں مغالطہ درپیش آمدہ است و قبل از رسیدن در مقامِ توحید سخناں خلاف شرع از زبانش سر میزدہ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ بدانند کہ صوفیہ علیہ کہ احوال توحید دارند، و بوحدت وجوذ قائل اند، پنج مراتب وجود را معیّن کردہ اند، وحضراتِ خمس نیز مینامند، مرتبہ اولیٰ را وحدت می گویند، و دریں مرتبہ تعیّن اوّل کہ تعیّن علمی اجمالی ست اثبات می نمایند یعنی اوّل تعیّنے کہ براحدیت مجردہ متعیّن شدہ ہمیں تعیّن است، واین مرتبہ را تعیّن اوّل وحقیقۃ الحقائق وحقیقتِ محمدی صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ می فرمایند، ومرتبہ لاہوت نیز می گویند ومرتبہ ثانیہ را احدیت وتعیّن ثانی می گویند، و ایں مرتبہ را مرتبہ تفصیل اسماء وصفات حضرت حق ومرتبہ حقائق جمیع ممکنات می گویندو ایں مرتبہ را مرتبہ جبروت می گویند وایں ہر دو تعیّن را در مراتب وجوب اثبات می کنند، ومرتبہ ثالثہ را مرتبہ عالم ارواح ملکوت می شمارند، ومرتبہ رابعہ را مرتبہ عالم مثال ومرتبہ خامسہ را مرتبہ عالم اجسام وناسوت قرار دادہ اند واین مراتب سہ گانہ را مراتب امکانی گفتہ اند، واحکام یک مرتبہ را بر مرتبہ دیگر ثابت کردن پیش ایشاں زندقہ است۔

بیت

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

اُنہوں نے معلوم کرلیا۔ واضح رہے کہ روح درحقیقت عالم امکان سے ہے، مگر لامکانیت سے تعلق ضرور رکھتی ہے۔ اور ایک نوع کی بیچونی بھی اس کو حاصل ہے، لیکن بیچونِ حقیقی کی بہ نسبت یہ چوں کی قسم اور خدائے تعالیٰ کی مخلوق اور پیدائش سے ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ رہی ان اشتباہات کی پوری تحقیق و تفصیل، سو وہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکاتیب شریفہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ مذکور ہے (وہاں ملاحظہ کریں)۔ راقم (مصنف رسالہ) کہتا ہے کہ چند سال تک بندہ کو بھی یہی مغالطہ پیش آیا، اور توحید کے مقام میں پہنچنے سے قبل ہی شریعت کے برخلاف کچھ کلمے میری زبان سے سرزد ہوتے رہے، توبہ استغفار۔

جاننا چاہیے کہ توحید وجودی کے احوال کے ساتھ متصف اور وحدت وجود کے قائل صوفیوں نے وجود کے پانچ مرتبے معیّن کیے ہیں۔ اُن کو حضرات خمس کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ پہلے مرتبہ کو وحدت کہتے ہیں، اور اسی مرتبہ میں تعیّن اوّل، جو تعیّن علمی اجمالی ہے، ثابت کرتے ہیں۔ یعنی وہ سب سے پہلا تعیّن (تقید واختصاص) جو احدیت مجرّدہ کو لاحق ہوا ہے، یہی تعیّن ہے اور اِسی مرتبہ کو تعیّن اوّل اور حقیقۃ الحقائق اور حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور مرتبہ لاہوت بھی کہتے ہیں۔ اور دوسرے مرتبہ کو واحدیّت اور تعیّن ثانی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو حضرت حق کے اسماوصفات کی تفصیل کا مرتبہ اور تمام ممکنات کے حقائق کا مرتبہ اور مرتبہ جبروت بھی کہا جاتا ہے۔ اور ان ہر دو تعیّن کو مراتب وجوب میں ثابت کرتے ہیں۔ اور تیسرے مرتبہ کو عالمِ ارواح وملکوت کا مرتبہ شمار کرتے ہیں۔ اور چوتھے مرتبہ کو عالمِ مثال کا مرتبہ اور پانچویں مرتبہ کو عالم اجسام وناسوت کا مرتبہ قرار دیا ہے۔ اور اِن تین مؤخرالذکر مراتب کو امکانی مراتب کہا ہے۔ اور ایک مرتبہ کے احکام دوسرے مرتبہ کے لیے ثابت کرنا اُن کے نزدیک سوائے زندقہ اور بے دینی کے اور کچھ بھی نہیں۔ **بیت:**

وجود کا ہر مرتبہ جدا جدا حکم رکھتا ہے، اگر تو مراتب کی رعایت ملحوظ نہ رکھے تو تُو بے دین وملحد ہے۔

یعنی اسم یک مرتبہ واحکام او بر مرتبۂ دیگر اطلاق نمودن و جاری ساختن کفر ست صریح مثلاً در مرتبہ ناسوت کہ نام آن مرتبہ انسان ست، وحکم او عجز و بیچارگی و عابدیت ست، و در مرتبہ وحدت کہ نام آں مرتبہ اللہ و حکم او استغنا و بے نیازی و معبودیت ست، ایں ہر دو اسما و احکام را یکے ساختن نزدِ صوفیہ محققین کفر محض وارتدادِ صرف ست بشنو بشنو کہ چوں ایں مراتب خمسہ را بہ تعمق نظر فکر نمودہ میشود ہمہ داخل دائرہ ولایت صغریٰ مشہود می گردد، وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ زیرا کہ چوں لطائف خمسہ را سیر تفصیلی واقع می شود، اوّل گذر ایشاں در دائرۂ امکان واقع خواہد شد، و عالم اجسام و اَرواح وملکوت و مثال کہ ہمہ داخل دائرہ امکان اند، مشہود سالک خواہند شد، بعد از قطع ایں دائرہ چونکہ عروج خواہد شد، در دائرہ ولایتِ صغریٰ قدم خواہد نہاد، و دریں دائرہ سیرِ ظلال اسماء و صفات واقع می شود و ایں ظلال در نظر سالک عین اسما و صفات مشہود می گردد، و چوں ہر نقطہ ازیں دائرہ از مبداء خود ناشی ست، چونکہ بعد از قطع تفصیلے باں نقطہ اجمالی خواہد رسید آں نقطہ را حقیقت محمدیؐ و تعیّن اوّل کہ تعیّنِ علمی ست، میداند، و فوق آں نقطہ ذات بحت و اَحدیت مجردہ خیال میکند تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذَالِکَ عُلُوًّا كَبِيْرًا.

بیت

عنقا شکار کس نشود دام باز چین
کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

باید دانست، کہ ایں دائرہ ظلالِ اسما و صفات مبداء تعیّن جمیع ممکنات ست سوائے انبیاء عظام وملائکہ کرام عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بدانکہ ہر فردے از اَفراد عالم را از جناب الٰہی علی التواتر والتوالی فیوضاتِ تازہ میرسد، از قسم وجود و حیات ونعمت ہائے دیگر کہ تعداد آں از احاطہ بشری بیرون ست، وآں فیوض بتوسط صفات وظلال آں

یعنی ایک مرتبہ کا اسم دوسرے مرتبہ پر بولنا اور ایک مرتبہ کا حکم دوسرے مرتبہ پر جاری کرنا بالکل صریح کفر ہے۔ مثلاً ناسوت کے مرتبہ کا نام انسان ہے، اور اُس کا حکم عجز و نیاز اور عبادت کرنا ہے، اور وحدت کے مرتبہ کا نام اَللّٰہ ہے اور اس کا حکم بے پروائی اور بے نیازی اور معبود ہونا ہے۔ سو ان دونوں اسموں اور حکموں کو ایک بنا دینا محققین صوفیہ کے نزدیک بلاشبہ کافر اور مرتد ہو جانا ہے۔ یہاں سنو سنو کہ ان پانچ مرتبوں کو جب نظر غائر سے دیکھا جائے تو یہ سب کے سب ولایت صغریٰ ہی کے دائرہ میں داخل معلوم ہوتے ہیں۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ. وجہ اس کی یہ ہے کہ سیر تفصیلی کے وقت لطائف خمسہ کا گزر اوّلاً دائرہ امکان میں ضرور ہوگا تو عالم اجسام و عالم ارواح و عالم ملکوت و عالم مثال جو دائرہ امکان میں داخل ہیں، سب کے سب سالک کے مشاہدہ میں آئیں گے۔ پھر اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد چونکہ لطائف کو عروج ہوگا تو سالک اس عروج کے وقت ولایت صغریٰ میں قدم رکھے گا، اور اس دائرہ میں اسما و صفات کے ظلال کی سیر* اُس کو حاصل ہوگی، اور یہ ظلال سالک کی نظر میں اسما و صفات کا عین دکھائی دیں گے، اور چونکہ اس دائرہ کا ہر نقطہ اپنے مبدا ومنشا سے ناشی و حاصل ہوا ہے، لہٰذا سیر تفصیلی قطع کرنے کے بعد اُس نقطہ اجمالی پر جب نظر پڑے گی تو اُس نقطہ کو حقیقت محمدی اور تعیّن اوّل (جو تعیّن علمی ہے) سمجھے گا، اور اُس نقطہ کو ذات محض اور احدیث مجرّدہ خیال کرے گا (اللہ تعالیٰ تو اس سے کہیں برتر ہے)۔

بیت

اٹھا لے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

جاننا چاہیے کہ یہ اسما و صفات کے ظلال کا دائرہ سوائے انبیاء عظام اور ملائکہ کرام علیہم السّلام کے تمام ممکنات کا مبدا تعیّن ہے، اور نیز یہ امر بھی معلوم رہے کہ افراد عالم کے ہر ہر فرد کو جناب الٰہی سے پے در پے اور متواتر نو بہ نو فیوضات پہنچتے رہتے ہیں، جیسے وجود و حیات اور دیگر بہت سی نعمتیں، جن کی تعداد احاطہ بشریٰ سے خارج ہے، اور یہ تمام فیوض صفات اور

واسطہ اند درمیانِ مخلوقات وذاتِ حق اگر ایں اسماء وصفات نمی بودند، عالم کہ معدوم محض بود، وجود و بقا نمی یافت، زیرا کہ حضرت ذات کہ بکمالِ استغنا موصوف ست بعالم مناسبتے ندارد اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ پس ہر شخصے از اَشخاص عالم را از ظلّے از ظلالِ صفات کہ آن ظلال لاتناہی ست، فیوض وکمالات میرسد وآں ظلّ را مبداءِ تعیّن وحقیقتِ ایں شخص می گویند، وعین ثابت نیز می نامند آنکہ صوفیہ گفتہ اند، اَلطُّرُقُ اِلَى اللّٰهِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ اشارت بہمیں ظلال ست، وچوں لطیفہ داخل دائرۂ ولایتِ صغریٰ شد دراصل وحقیقتِ خود فانی ومستہلک خواہد شد، وبقا بآن حقیقت خواہد یافت، پس فناءِ لطیفۂ قلب در تجلّی فعلی خواہد شد، دریں وقت افعال خود و افعال جمیعِ مخلوقات از نظرش مختفی خواہند بود، وبجز فعل یک فاعل حقیقی درنظرش نخواہد آمد، ولایت[1] ایں لطیفہ را ولایتِ حضرت ابوالبشر آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ می فرمایند، پس سالکے کہ از راہِ ایں ولایت داخل مقصود شود او را آدمی المشرب می گویند، وفناءِ لطیفہ روح در صفاتِ[2] ثبوتیہ حق سبحانہٗ می شود، دریں وقت سالک صفاتِ خود را از خود وصفات جمیع مخلوقات را از جمیعِ مخلوقات مسلوب ساختہ بحضرت حق سبحانہٗ منسوب خواہد دید، وچوں وجود کہ اصلِ جمیعِ صفات است وجود را از خود واز جمیعِ ممکنات نفی ساختہ اثبات آنرا غیر از حضرت حق سبحانہٗ نخواہد کرد، لاجرم بتوحید وجودی قائل خواہد شد، و ولایت ایں لطیفہ را ولایت

۱۔ بدانکہ لطائف عالم امر را بہ چند پیغمبراں علیهم الصَّلٰوة والسَّلام مرحمت فرمودہ اند، لطیفہ قلب را بحضرت آدم ولطیفہ روح را بحضرت نوح وبحضرت ابراہیم ولطیفہ سر را بحضرت موسیٰ ولطیفہ خفی را بحضرت عیسیٰ ولطیفہ اخفیٰ را بحضرت محمد رسول اللہ علیہ و علیہم افضل الصلوات والتسلیمات. لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ از حیات وعلم وقدرت وارادہ وکلام وسمع وبصر وتکوین۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

ان کے ظلال کی وساطت سے مخلوقات اور ذات حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں۔ اگر یہ اسماء وصفات نہ ہوتے تو یہ عالم جو معدوم محض تھا، ہرگز وجود و بقا نہ پاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ کی ذات پاک جو کمال استغنا اور بے پروائی کے ساتھ موصوف ہے، اس کو عالم کے ساتھ فی حد ذاتہا تو کسی قسم کی بھی مناسبت نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰـــهَ لَغَنِــيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ. (بے شک خدائے تعالیٰ تمام عالموں سے بے نیاز ہے)۔ پس اشخاص عالم سے ہر ایک شخص کو صفات کے غیر متناہی ظلال میں سے کسی ایک ظل سے فیوض و کمالات پہنچتے ہیں۔ اُس ظل کو اُس شخص کا مبدءِ تعین اور اُس کی حقیقت اور اُس کا عین ثابتہ بھی کہتے ہیں۔ صوفیہ کرام کا یہ قول (اللہ تعالیٰ کی طرف موصل راستے انفاس خلائق کے شمار کے برابر ہیں) انہی ظلال کی طرف اشارہ ہے۔ اور لطائف خمسہ میں سے جب کوئی لطیفہ ولایت صغریٰ کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے تو اپنے اصل اور اپنی حقیقت میں فانی اور نیست و نابود ہو کر اُس اپنی حقیقت کے ساتھ بقا حاصل کر لیتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ لطیفہ قلب کی فنا فعلی تجلی میں ہوگی۔ اس وقت سالک کے اپنے اور تمام مخلوقات کے فعل اُس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں، اور بجز ایک فعل فاعل حقیقی کے اُس کی نظر میں اور کچھ بھی نہیں آتا، اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت ابو البشر آدم علیہ السّلام کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک کہ اس ولایت کے راستہ سے مقصود کو پائے، اُس کو آدمی المشرب کہا جاتا ہے، اور لطیفہ روح کی فنا حق سبحانہٗ کی صفات ثبوتیہ میں ہوتی ہے۔ اس وقت سالک اپنے صفات کی اپنے آپ سے اور تمام مخلوق کے صفات کی تمام مخلوق سے نفی کر کے صرف حق سبحانہٗ کی طرف ہی منسوب دیکھے گا اور سالک جب وجود کی، جو تمام صفات کی اصل ہے، اپنے آپ سے اور تمام ممکنات سے بھی نفی کر کے بجز حضرت حق سبحانہٗ کے اور کسی کے لیے بھی ثابت نہیں کرے گا، تو اُس وقت خواہ مخواہ توحید وجودی کا قائل و معتقد ہو جائے گا۔ اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السّلام کی ولایت قرار دیتے ہیں۔ اور جو سالک کہ اس ولایت کے راستے سے واصل مقصود ہوا، اُس کو ابراہیمی المشرب کہا جاتا ہے۔ اگر

حضرت نوح وحضرت ابراہیم عَلَیْہِمَا السَّلامُ می فرمایند پس سالکے کہ ازیں راہ ولایت واصل خواہد شد، اورا ابراہیمی المشرب می گویند اگر سائلے سوال کند، کہ توحید وجودی را در لطیفہ روح کہ ولایتِ ابراہیمی ست اِرقام نمودی با آنکہ حضرت خلیل عَلَیْہِ السَّلَامُ دائرہ نفی را بہ تمام وکمال طے فرمودہ و ہیچ دقیقہ از دقائق شرک فرونگذاشتہ، لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ گویاں متوجہ حضرت ذات مجردہ کہ وراء الوراءست گشتہ فرمودند[1] اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ جوابِ آں بچند وجہ گفتہ میشود، جواب اوّل آنکہ در لطیفہ روح اگرچہ توحید وجودی منکشف شود، ولیکن ایں توحید نہ مثلِ توحیدست کہ در سیر لطیفہ قلب واضح شدہ بود، کہ آنجا وجود ممکنات را از غلبہ محبت وجود حضرت حق سبحانہٗ می یافت واین جا وجود را کہ خیر محض و بابرکت صرف است، غیر از حق سبحانہٗ را اثبات نمی کند، وممکنات را عدم محض وناچیز صرف مے یابد، عدم را وجود انگاشتن و وجود را بر عدم محمول ساختن از کمالِ غلبہ سکر و بے شعوری[2] ست۔

بیت

نہ آں ایں گرد دوئی ایں شود آں

ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

جواب دوّم آنکہ اُنس از خواصِ روح ست، سالک را دریں مقام اُنس خاص بحق سبحانہ پیدا می گردد، ضرورةً[3] رو از ہمہ برتافتہ، متوجہ محبوب خود کہ حضرت ذاتست می

۱۔ پس شانِ شان ازیں توحید بدرجہا علی موفوق ست۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ پس آں شایاں شانِ شان نبود بلکہ نقصان داشت اما این نہ چنیں ست۔

۳۔ وامریکہ بے اختیار بوقوع درآید زیانے ندارد۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

کوئی سائل سوال کرے اور کہے کہ تو نے تو توحید وجودی کو لطیفہ روح میں، جو ولایت ابراہیمی ہے، لکھ دیا ہے، حالانکہ حضرت خلیل علیہ السّلام نے تو دائرہ نفی پورا پورا طے فرمالیا، اور دقائق شرک سے کوئی ایک دقیقہ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (میں دوست نہیں رکھتا چھپ جانے والوں کو) کہتے ہوئے حضرت ذات مجردہ کی طرف، جو پرے سے پرے ہے، متوجہ ہوکر فرمایا، اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ ... (بیشک میں نے متوجہ کیا اپنا چہرہ اُس کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب کی ایک طرف ہوکر اور میں نہیں شریک کرنے والوں سے)۔ اس سوال کا جواب کئی وجہ سے ہوسکتا ہے۔

پہلا جواب یہ ہے کہ لطیفہ روح میں گو توحید وجودی بھی منکشف ہوتی ہے، مگر یہ توحید اُس توحید کی مانند ہرگز نہیں، جو لطیفہ قلب کی سیر میں ظاہر ہوئی تھی کیونکہ سالک اُس جگہ پر ممکنات کے وجود کو مارے محبت کے حضرت حق سبحانہٗ کا وجود ہی پاتا تھا، اور اُس جگہ وجود کو، جو بالکل خیر ہی خیر اور برکت ہی برکت ہے، سوائے حق سبحانہٗ کے اور کسی دوسرے کے لیے ثابت ہی نہیں کرتا، اور ممکنات کو تو عدم محض اور بالکل ناچیز ہی اعتقاد کرتا ہے، عدم کو وجود خیال کرنا اور وجود کو عدم پر محمول کرنا سکر کے کمال غلبہ اور بے شعوری سے ناشی ہے۔

بیت

نہ وہ یہ ہو نہ یہ وہ ہو، سبھی اشکال ہوں آسان تجھ پہ اے یار۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اُنس ومحبت روح کی ایک خاص خاصیت اور لازمی صفت ہے، بناء علیہ سالک کو اس مقام میں حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ ایک خاص قسم کا اُنس پیدا ہوجاتا ہے۔ پھر تو خواہ مخواہ سب سے منہ پھیر کر اپنے محبوب حضرت ذات ہی کی طرف متوجہ ہونا اس کا لازمی فرض ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السّلام کی ولایت، ولایت کبریٰ ہے۔ وہاں پر حضرت حق سبحانہٗ کے اسما، صفات وشیونات کا قرب سالک کو میسر آتا ہے، اور اس ولایت کے حالات کا محل ورود لطیفہ نفس ہے، اور اس ولایت میں توحید شہودی اور دوسرے معارف و

شود، جواب سوّم آنکه ولایت انبیاء کرام عَلَیْهِمُ السَّلَامُ ولایت کبریٰ ست، که در آنجا قرب اسما وصفات وشیونات حضرت حق است ومورِد احوال آن ولایت لطیفہ نفس است و آنچه دراں ولایت منکشف می شود، توحیدِ شهودیست و معارف دیگر نه توحید وجودی که انکشاف آں در قرب ظلال اسما وصفات ست، نه عینِ آنها و آنچه ولایتِ لطائف عالم امر را منسوب بحضرات انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَامُ می فرمایند معنیش آنست، که قربیکه لطائف خمسه عالم امر را حاصل می شود، ظل قربی ست که انبیاء را در مقامِ اصل حاصل شده است مثلاً قربی که در لطیفه روح حاصل می شود ظل قرب ولایت خلیلی ست، وقس علیٰ ہٰذا جواب چهارم آنکه اگرچه ولایت لطیفه روح ولایتِ خلیلی ست عَلَیْهِ السَّلَامُ لیکن در مقامِ نبوت آنحضرت را شانے است، که بعد از حضرتِ خاتمیت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افضل انبیاء شده اند، ومعارف مقام نبوت بمعارف ولایت ہیچ مناسبتے ندارد، بلکه صاحبِ مقام نبوت را از معارفِ توحید وجودی ہزاراں ننگ و عارست، برسر اصل سخن ردیم وگوئیم که فناء لطیفه سر در شیوناتِ ذاتیه حضرت حق می شود، و دریں مقام سالک ذاتِ خود را در حضرت حق سبحانهٗ مضمحل می یابد ولایت ایں لطیفه را ولایت حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَامُ می گویند، پس سالکے که ازیں راه ولایت واصل مقصود شود، او را موسوی المشرب خواهند گفت وفناء لطیفه خفی در صفاتِ سلبیه اوتعالیٰ ست دریں مقام سالک تفرید جناب کبریا از جمیع مظاهر می فرماید و ولایت ایں لطیفه را ولایت حضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَامُ می گویند، پس سالکے که ازیں راهِ ولایت واصل می شود، او را عیسوی المشرب خواهند گفت، راقم گوید عفی عنه در ابتدا مناسبتِ خود بحضرت عیسیٰ عَلَیْهِ السَّلَامُ دریافت کرده مبداء تعیّن خود را اسم الٰہی معلوم کرده بودم بعد از مدتِ بسیار بخدمت مبارک حضرت پیر دستگیر خود عرض کردم که مناسبتِ خود بجنابِ

علوم کا انکشاف وظہور ہوتا ہے، نہ کہ توحید وجودی کا، کیونکہ اُس کا انکشاف تو اسماء وصفات کے ظلال کے قرب میں ہوا کرتا ہے، نہ کہ اسماء وصفات کے عین میں، اور لطائف خمسہ عالمِ امر کی ولایت جو حضرات انبیاء علیہم السّلام کی جانب نسبت کرتے ہیں، اُس سے یہ مراد ہے کہ لطائف خمسہ عالم امر کو جو قرب حاصل ہوتا ہے، وہ اُس قرب کا ظل ہے جو کہ انبیاء کرام کو مقام اصل میں حاصل ہوا ہے۔ مثلاً جو قرب کہ لطیفہ روح میں حاصل ہوتا ہے، وہ ولایت خلیلی کے قرب کا ظل ہے، اور اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کر لے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ گو لطیفہ روح کی ولایت خلیلی ولایت ہے مگر مقام نبوت میں حضرت خلیل علیہ السّلام کی ایک شان و بزرگی ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد دوسرے سب انبیاء کی نسبت افضل ہیں اور مقام نبوت کے معارف وعلوم ولایت کے علوم و معارف کے ساتھ تو کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے، بلکہ مقام نبوت کے صاحب کو تو توحید وجودی کے معارف وعلوم سے ہزار ہا ننگ و عار ہے۔ اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ لطیفہ سرّ کی فنا حضرت حق سبحانہٗ کے شیونات ذاتیہ میں ہوتی ہے اور اس مقام میں سالک اپنی ذات کو حق سبحانہٗ کی ذات میں گم و نیست و نابود پاتا ہے۔ اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک کہ اس ولایت کے راستے واصل مقصود ہو، اُس کو موسوی المشرب کہا جاتا ہے، اور لطیفہ خفی کی فنا اللہ تعالیٰ کی سلبیہ صفات میں ہوتی ہے۔ سالک اس مقام میں جناب کبریا حق جل و علا کو تمام مظاہر سے جدا و ممتاز پاتا ہے اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک اس ولایت کے راستے سے مقصود و مراد تک پہنچے، اُس کو عیسوی المشرب کہیں گے۔ راقم الحروف عفی عنہ (مصنف رسالہ ہٰذا) کہتا ہے کہ شروع شروع میں مَیں نے اپنی مناسبت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ دریافت کر کے اپنا مبداء تعیّن اسم الٰہی معلوم کیا تھا۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد اپنے حضرت پیر دستگیر کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ میں اپنی مناسبت جناب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ

حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ دریافت نمودہ ام، آنحضرت توجہ فرمایند، کہ از ولایت عیسوی بولایت محمدی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فائض شوم آنحضرت ارشاد کردند کہ ما توجہ میکنیم، تو نیز متوجہ باش الحال از برکت توجہ ایشاں امید دارم کہ ترقی شدہ باشد، وفناء لطیفہ اخفیٰ در مرتبہ شانِ الٰہی ست کہ جامع ایں ہمہ مراتب ست دریں مقام سالک متخلق باَخلاق الٰہی می شود، بدانکہ حضرت امام ربّانی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ تہذیبِ لطائف جدا جدا می فرمودند لیکن فرزند گرامی آنحضرت اعنی حضرت ایشاں محمد معصوم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وخلفائے ایشاں راہ کوتاہ ساختہ تہذیب لطیفہ قلب فرمودہ بہ تہذیب لطیفہ نفس می پردازند، کہ در ضمن ایں ہر دو لطیفہ لطائف اربعہ را تہذیبے بہم میرسد، لیکن جناب مبارک حضرت پیر دستگیر قلبی و روحی فداہ بہمہ لطائف توجہ می فرمایند، ، بندہ را بمراقبۂ ہر یک لطیفہ جدا جدا نیز امر فرمودہ اند، چنانچہ مراقبۂ قلب را بایں طریق فرمودند، کہ قلب خود را مقابل قلبِ مبارک حضرت رسالت پناہی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بجنابِ الٰہی عرض باید کرد، کہ فیضِ تجلی افعالی کہ از قلبِ مبارک حضرت حبیب خدا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بقلب حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَامُ رسیدہ است، در قلب من برسد، وقلوب مشائخ کرام را کہ تا بحضرت پیغمبر خدا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وسائط فیض اند مانند عینک باید داشت وہمچنیں لطیفہ روح خود را مقابل روح مبارک آنحضرت صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ داشتہ بجناب الٰہی عرض نماید، کہ فیض تجلیات صفات ثبوتیہ کہ از روح مبارک حبیب خدا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بروح حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما السّلام رسیدہ است، در لطیفہ روح من فائض شود وہم چنیں لطیفہ سرّ خود را مقابل سرّ مبارک آنحضرت صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ داشتہ عرض کند، کہ الٰہی فیضِ شیونات ذاتیہ حضرتِ حق کہ از لطیفہ سرّ مبارک پیغمبر خدا صَلَّی اللّٰهُ

والسّلام کے ساتھ پاتا ہوں۔آپ حضور توجہ فرمائیں کہ عیسوی ولایت سے منتقل ہو کر ولایت محمدی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ فائض المرام ہو جاؤں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہم توجہ کریں گے تو بھی متوجہ رہ۔اب پیر دستگیر کی بابرکت توجہ سے میں امید رکھتا ہوں کہ ترقی واقع ہوئی ہوگی اور لطیفہ اخفیٰ کی فنا شانِ الٰہی کے اُس درجہ ومرتبہ میں ہے جو ان تمام مراتب پر مشتمل اور سب کا جامع ہے۔سالک اس مقام میں واصل ہو کر اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متخلّق ہو جاتا ہے۔مخفی نہ رہے کہ حضرت امام ربّانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لطائف کی تہذیب جدا جدا فرمایا کرتے تھے۔مگر آپ کے فرزند گرامی حضرت ایشاں خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے خلفاء نے راستہ کو تاہ کر دیا ہے۔شروع ہی سے لطیفہ قلب کی تہذیب فرما کر لطیفۂ نفس کی تہذیب کے درپے ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان دونوں کی تہذیب کے ضمن میں ہی باقی چار لطیفوں کی تہذیب بھی بہم پہنچ جاتی ہے۔لیکن جناب مبارک حضرت پیر دستگیر (میرا دل و جان اُن پر قربان) تمام لطائف پر توجہ فرماتے ہیں، اور اپنے غلام (مصنف رسالہ) کو ہر ایک لطیفہ کے مراقبہ کا جدا جدا بھی حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ قلب کے مراقبہ کا یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ سالک اپنے قلب کو حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مبارک کے (روبرو) رکھ کر جناب الٰہی میں یوں عرض کرے کہ الٰہی! تجلّی افعالی کا فیض جو حضرت حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مبارک سے حضرت آدم علیہ السّلام کے قلب میں پہنچا ہے، وہ میرے قلب میں پہنچے۔اور دعا کے اثناء میں تمام مشائخ کرام کے قلوب کو حضرت پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم تک، جو فیض کا واسطہ اور ذریعہ ہیں، عینک کی مانند خیال کرے۔اور اِسی طرح اپنے لطیفہ روح کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح مبارک کے روبرو رکھ کر جناب الٰہی میں یوں عرض کرے کہ خداوندا! اپنے صفات ثبوتیہ کے تجلیات کا فیض جو حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح مبارک سے حضرت نوح وحضرت ابراہیم علیہما السّلام کی روح کو پہنچا ہے، وہ میرے لطیفہ روح میں پہنچے۔اور اسی طرح اپنے لطیفہ سرّ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سرّ مبارک کے مقابل تصور کر کے یوں دعا کرے کہ الٰہی! اپنے شیونات ذاتیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ درسرّ حضرت موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رسیدہ است، درسرّ من برسد، بعدازاں لطیفہ خفی خود را مقابل لطیفہ خفی حضرتِ رسالت پناہے دارد، وعرض کند، کہ الٰہی فیضِ تجلیاتِ صفاتِ سلبیہ[1] کہ از خفی مبارک آنحضرت بخفی حضرت عیسیٰ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ رسیدہ است، درلطیفہ خفی من فائض شود من بعد لطیفہ اَخفیٰ خود را مقابل لطیفہ اَخفیٰ حضرت رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ داشتہ عرض کند، کہ الٰہی فیض تجلیات شانِ جامع خود را کہ دراَخفیٰ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رسانیدۂ دراَخفیٰ من برساں، باید دانست کہ ولایت ایں لطائف ہمہ در دائرۂ ولایتِ صغریٰ می شود بلکہ ایں لطائف را عروج تا بدائرہ اولیٰ ولایتِ کبریٰ[2] می شود، بدانکہ چنانچہ در دائرۂ امکان مراقبۂ احدیت می کنند ہم چناں در ولایتِ صغریٰ بمراقبہ معیت کہ مفہوم آیہ شریفہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ است می فرمایند وتمام شدن سیر دائرہ امکان را اگر کشف دارد، خود خواہد دانست، یا شیخ صاحب کشف خواہد، گفت، واگر ہردو کشف ندارند، پس باید، کہ جمعیت قلب خود را ملاحظہ نمودہ باشد اگر بے خطرگی یا کم خطرگی کہ خطرہ مانع حضور نشود، تا بچہار گھڑی کامل برسد، پس مراقبہ معیت شروع باید نمود ومعیت اوتعالیٰ را با خود وبہمہ لطائف وعناصر خود بلکہ باہر ذرّہ از ذرّات ممکنات ملحوظ باید داشت، تا معیت بیچونی اوتعالیٰ بادراکِ بیچوں مدرک شود، وجہاتِ[3] ستہ را احاطہ نماید وتوجہ وحضور کہ پیدا شدہ بود روباضمحلال آرد، آنوقت شروع درولایت کبریٰ کہ ولایت انبیائے کرام ست ودائرہ اسما وصفات وشیونات حضرت حق ست می فرمایند۔

۱۔ مانند آنکہ خدائے تعالیٰ از ہرعیب ونقصان پاک است نہ زمانی ست نہ مکانی نہ جسم دارد نہ مادہ وغیرہ وغیرہ لیس کمثلہ شی و ہو السمیع البصیر۔ مصحح سلمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ کہ متضمن سہ دائرہ ویک قوس است۔ مصحح سلمہ اللہ تعالیٰ

۳۔ یعنی فوق تحت قدام خلف یمین ویسار

کا فیض جو پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفہ سرّ مبارک سے حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سرّ میں پہنچا، میرے سرّ میں پہنچے۔ بعدازاں اپنے لطیفہ خفی کو حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفہ خفی کے روبرو خیال کر کے عرض کرے کہ الٰہی! اپنے تجلیات صفات سلبیہ کا فیض جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خفی مبارک سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے خفی میں پہنچا ہے، وہ میرے لطیفہ خفی میں فائض ہو۔ پھر اپنے لطیفہ اخفیٰ کو حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخفیٰ شریف کے سامنے رکھ کر عرض کر کہ الٰہی! اپنی شان جامع کی تجلیات کا فیض جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اخفیٰ شریف میں تو نے پہنچایا ہے، میرے اخفیٰ میں پہنچا۔

جاننا چاہیے کہ ان تمام لطائف کی ولایت، ولایت صغریٰ کے دائرہ میں حاصل ہوتی ہے، بلکہ ان لطائف کو ولایت کبریٰ کے پہلے دائرہ تک عروج حاصل ہوتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ جس طرح دائرہ امکان میں مراقبۂ احدیت کرتے ہیں، اسی طرح ولایت صغریٰ میں مراقبہ معیت، جو آیہ شریفہ: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ کا مفہوم ہے، کرتے ہیں۔ اور دائرہ امکان کے سیر کی انتہا یوں معلوم ہوسکتی ہے کہ سالک اگر صاحب کشف ہے تو خود آپ ہی اپنے کشف کے ذریعے شناخت کر لے گا، یا اُس کا شیخ صاحب کشف اُس کو متنبہ کر دے گا۔ اور اگر دونوں کشف سے عاری ہیں تو پھر طالب کو چاہیے کہ اپنے قلب کی جمعیت کا ملاحظہ کرے۔ اگر بے خطرگی یا اس قدر کم خطرگی کہ خطرہ حضور کا مانع نہ ہوئے، یعنی کامل چار گھڑی تک پہنچے تو اس تقدیر پر مراقبہ معیت شروع کر دیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کی معیت کو اپنے آپ اور اپنے تمام لطائف وعناصر بلکہ ممکنات کے ذرّات سے ہر ذرّہ کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہیے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی بیچوں معیت بیچوں ادراک کے ساتھ ادراک کی جائے اور جملہ جہات ستّہ کا احاطہ کر لے، اور جو توجہ وحضور کہ پیدا ہوا تھا، اپنا منہ نیستی کی جانب پھیرے۔ اُس وقت ولایت کبریٰ کی سیر میں، جو انبیاء کرام کی ولایت اور حضرت حق سبحانہٗ کے اسماء وصفات و شیونات کا دائرہ ہے، شروع ہوتے ہیں۔

فصل

در بیانِ ولایت کبریٰ

کہ فناء اَنا ولطیفہ نفس ست باید دانست کہ چوں اَسرارِ توحید وجودی و سرّ معیت برین ذرّہ بے مقدار ورود نمودند، چناں دریافت شد، کہ از عرش المجید[1] بل فوق آں تاثریٰ نورے محیط خود و محیط ہر ذرّۂ ممکنات دیدم ورنگ آں نور بسبب بی رنگی بسیاہی مناسبت داشت ومصداق[2] وَکَانَ[3] اللّٰہُ فِیْ عَمَاءٍ بود، وورانِ استغراق حاصل شد، وبعضے از اسرار وعلوم ایں مقام واضح گشت، تا آنکہ بتاریخ پانزدہم شہر ربیع الاوّل از ہماں[4] سال کہ بندہ در حضور حاضر شدہ بود، واز وقت ابتدائے توجہ تا ایں ہنگام عرصہ دوماہ وپنج روز گذشتہ بود، حضرت پیر دستگیر مَدَّ ظِلُّھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی توجہ بر لطیفہ نفس بندہ فرمودند، در ہماں توجہ دیدم کہ آفتاب وارے از مطلع نفس طلوع نمود، وآں نور سیاہ کہ ذات حضرت حق می فہمیدم، از ہم ریخت حتیٰ کہ نام ونشاں آں نور نماند، دیدم کہ وجود ممکنات کہ در نورِ سیاہ معدوم ومضمحل دریافت مے شد، باز ظہور نمود، مانند وجودِ ستارہا وشعشعان انوار آفتاب، لیکن در سیر قلبی تیزی بصر ایں قدر نبود، کہ در وجود ممکن وواجب تمیز توان کرد،

۱۔ قال اللّٰہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استوٰی لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وما بینھما وماتحت الثری۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ یعنی وایں ذرہ بے مقدار ایں حدیث بود، ودراں الخ۔

۳۔ وہٰذا قطعۃ من حدیث طویل رواہ الترمذی۔

۴۔ یعنی سنہ یک ہزار ودوصد وبست وپنجم ۱۲۲۵ھ۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

فصل

ولایت کبریٰ کے بیان میں

جو کہ لطیفہ نفس و انا کی فنا کا نام ہے۔ جاننا چاہیے، توحید وجودی اور معیت حق کے اسرار جب اس ذرّہ بے مقدار پر وارد کیے گئے، تو یہ معلوم ہوا کہ عرش مجید، بلکہ اُس کے فوق سے لے کر تحت الثریٰ تک ایک نور ہے، جو مجھ کو اور ممکنات کے ہر ذرّہ کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اور اُس کا رنگ اُس کی بے رنگی کے سبب سیاہی کے مناسب اور حدیث شریف وَكَانَ اللّٰهُ فِیْ عَمَاءٍ کا مصداق تھا، اور اُس میں مجھے استغراق حاصل ہوا، اور اس مقام کے کچھ اسرار وعلوم بھی مجھ پر واضح ہوئے۔ گذشتہ حالات کا میں مورد بنا رہا، یہاں تک کہ اسی سال کی ماہ ربیع الاوّل کی پندرہویں کو پیر دستگیر کے حضور میں حاضر ہوا اور ابتداء توجہ سے اس وقت تک دو ماہ پانچ روز گزر چکے تھے، جس وقت پیر دستگیر مدظلہم العالی نے میرے لطیفہ نفس پر توجہ فرمائی۔ اسی توجہ میں مَیں نے دیکھا کہ آفتاب کی مانند میرے نفس کے مطلع سے ایک نور نے طلوع کیا۔ اور وہ نور سیاہ جس کو میں حضرت ذات حق سمجھتا تھا، نیست و نابود ہو گیا۔ حتیٰ کہ اُس نور کا کچھ بھی نام ونشان باقی نہ رہا۔ میں نے دیکھا کہ ممکنات کا وجود جو سیاہ نور میں معدوم و نابود معلوم ہوتا تھا، اُس نے پھر ظہور کیا، جیسے ستاروں کا وجود آفتاب کے انوار و شعاع میں۔ لیکن سیر قلبی میں بصر کی اس قدر تیزی نہ تھی کہ ممکن اور واجب کے وجود میں تمیز کر سکتا، لہٰذا اُس وقت اُن دونوں کے اتحاد کا قائل ہو گیا۔ چونکہ ولایت کبریٰ کی سیر میں، جو انبیاء علیہم السّلام کی ولایت اور صحو و ہوشیاری کا مقام ہے، نظر کی تیزی عنایت کی گئی تو میں نے دیکھا کہ ممکنات کا وجود البتہ ایک نوع کا ثبوت و استقرار رکھتا ہے۔ لیکن اشیاء کا وجود ظلی وجود معلوم ہوا، جس کو وجود الٰہی کے پرتو نے اعدام پر پڑ کر موجود کر دیا، اور اسی طرح ممکنات

لهٰذا قائل باتحاد شده بود، چونکه در سیر ولایت کبریٰ که ولایتِ انبیاست، و مقامِ صحو و هوشیاری ست حدّت نظر عنایت کردند، دیدم که وجودِ ممکنات البتہ ثبوتے واستقرارے دارد لیکن وجود اشیاء وجود ظلی دریافت شد که پرتوے از وجود الٰہی بر اَعدام تافته، آنرا موجود ساخته است، وہمچنیں صفاتِ ممکنات پرتوے از صفات اوسبحانہٗ مشہود گردید، نہ عینِ آنہا وہمیں ست معنی توحید شہودی که در لطیفہ نفس مشہود می شود، واز ینجا معنی اقربیت اوتعالیٰ دریاب وفرق دیگر درمیانِ معیّت و اقربیت او بشنو، که غایتِ معیّت اتحاد است، وکمالِ اقربیت دراثنینیّت لیکن اگر وجود در ممکن نمودار ست، مستفاد از حضرتِ حق است سبحانہٗ سازخود واگر صفات ظاہر گشت، ہم از آنجناب ست وحقیقت اوعدم ست، که مشاراًعلیہ ہیچ اشارت نمی تواند شد واشارت اَنا واَنت بروجود خواہد یافت، نہ برعدم پس ازیں تحقیق معلوم شد، که وجود اصل نسبت بوجودِ ظِل بظل نزدیک تر ست، زیرا که ظل ہرچہ دارد، از اصل دارد، نہ ازخود واگر بروجودِ خود نگاہ میکند، پرتوے از اصل مے یابد نہ ازخود واگر بصفات خود نظر می اندازد، ہم نمونہ از صفات اصل می بیند، لاجرم باقربیّت اصل اقرارخواہد نمود، چہ قربیکہ ظل رابخود پیدا گردیده است از باعثِ وجود اصل است، پس اصل اقرب آمد، بظل از وجودِ او اگرچہ بیان اقربیت درتقریر نمے گنجد، و درتحریر راست نمے آید، چہ عقل ناقص در اِدراک نزدیک تریاازخود عاجز است، لیکن این معاملہ وراء طور عقل است، موقوف برانکشافِ تام است، باید دانست که دائرۂ ولایتِ کبریٰ متضمن سہ دائرہ و یک قوس است یعنی نیمہ دائرہ در
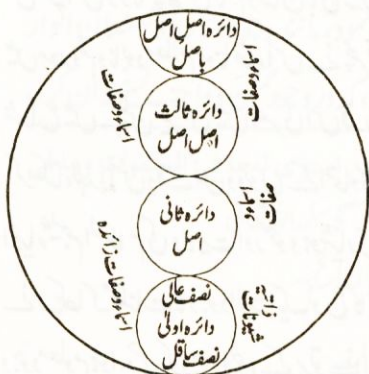
کے صفات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے صفات کا پرتو ہیں، نہ ان صفات حق کا عین اور توحید شہودی کا معنی، جس کا مشاہدہ لطیفہ نفس میں ہوتا ہے، یہ ہی ہے، اور حق تعالیٰ کی اقربیت کے معنی میں یہاں سے غور کے ساتھ سمجھ لے۔ اور دوسرا فرق اللہ تعالیٰ کی اقربیت و معیت میں یہ ہے، سن لے کہ معیت کی غایت اتحاد ہے، اور اقربیت کا کمال اثنینیّت اور دوئی میں ہے لیکن ممکن میں اگر وجود نمودار ہے تو حضرت حق سبحانہٗ سے ہی ستفاد ہے، نہ خود اُس کے اپنے پاس سے اور اگر اُس میں صفات کا ظہور ہے تو وہ بھی اُسی جناب سے اُس کی اپنی حقیقت تو عدم ہی عدم ہے جو کسی ایک اشارہ کا بھی مشارٌ الیہ نہیں ہوسکتا، اور اَنا واَنت کا اشارہ وجود ہی کی جانب ہو گا، نہ عدم کی۔ پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل کا وجود ظل کے وجود کی نسبت ظل کے بہت زیادہ نزدیک ہے۔ کیونکہ ظل کے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ اُس نے اپنے اصل سے لیا ہوا ہے، نہ کہ اپنے پاس سے، اور اگر وہ اپنے وجود پر نگاہ کرتا ہے تو اُس کو بھی اپنے اصل ہی کا پرتو پاتا ہے اور اگر وہ اپنے صفات پر نظر ڈالتا ہے تو اُن کو بھی اپنے اصل کے صفات ہی کا نمونہ دیکھتا ہے، لہٰذا اپنے اصل کی اقربیت کا خواہ مخواہ اقرار کرے گا، کیونکہ ظل کو جو قرب اپنے ساتھ پیدا ہوا ہے، وہ اس کے اصل کے وجود ہی کے سبب سے ہے۔ پس اصل ظل کے وجود کی نسبت ظل کے زیادہ قریب ہے۔ گو اقربیت کا بیان تقریر میں نہیں آسکتا، اور تحریر میں بھی ٹھیک ٹھیک نہیں آسکتا کیونکہ عقل ناقص اپنے سے زیادہ نزدیک کے ادراک سے عاجز ہے، لیکن یہ معاملہ عقل کے قانون سے دور دور اور کامل انکشاف پر موقوف ہے۔ جاننا چاہیے کہ ولایت کبریٰ کا دائرہ تین دائروں اور ایک قوس (نصف دائرہ) کو متضمن ہے۔ ولایت کبریٰ کے ان تین دائروں میں سے پہلے دائرے میں اقربیت اور توحید شہودی کی سیر منکشف ہوتی ہے اور اس دائرے کا نصف تحتانی اسماء اور صفات زائدہ کا متضمن ہے، اور اس کا نصف فوقانی حق سبحانہٗ کے شیونات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔ عالم امر کے لطائف خمسہ کا عروج اسی دائرے تک ہوتا ہے، اور اس دائرے کا موردِ فیض لطیفہ نفس بشرکت لطائف مذکورہ ہے۔ اور اس دائرہ میں مراقبہ اقربیت کا (یعنی آیہ شریف وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ

دائرہ اولیٰ از دوائرِ ثلاثۂ ولایت کبریٰ سیر اقربیت وتوحیدِ شہودی منکشف می شود ونصف سافل ایں دائرہ متضمن اسماء وصفات زائدہ است ونصف عالی آں مشتمل بر شیوناتِ ذاتیہ تا ایں دائرہ عروجِ لطائف خمسہ عالم امر می شود، ومورد فیض ایں دائرہ لطیفہ نفس است، باشرکت لطائف مذکورہ و دریں دائرہ مراقبہ اقربیت یعنی مفہوم آیۃ شریفہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ خیال می کنند، چوں از دائرہ اقربیت عروج واقع خواہد شد، سیر در دائرہ اصل خواہد افتاد، واز دائرہ اصل بدائرِ اصل اصل ترقی خواہد نمود، واز اصلِ اصل باصل ثالث کہ عبارت از قوس ست سیر خواہد کرد، ودریں[۱] دونیم دائرہ کمال استہلاک واضمحلال حاصل میشود، وچوں حضرت پیر دستگیر دریں دوائر برایں بندہ توجہ فرمودند، دیدم کہ میزابِ نور بیرنگ ازیں دوائر برلطیفہ نفسِ من بشدت تمام ریختند کہ وجود وہستی مرا مثل نمک کہ در آب افتد بتمام گداخت، حتیٰ کہ نام ونشان از وجودِ من باقی نماند، وزوالِ عین واثر میسر شد، واطلاق لفظ اَنا برخود متعذّر دانستم و موردے براے اَنانیا فتم، حتیٰ کہ در دریائے عدمیّت فرورفتم، کہ ناپیدا کنار بود، بہ یقین معلوم گردید، کہ حقیقت فنا دریں ولایت میسر میشود، وآنچہ در ولایت سابق بود، صورت فنا بود، ودریں دونیم دائرہ مراقبہ محبت یعنی مفہوم آیہ کریمہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ میکنند، و دریں دوائر موردِ فیض لطیفہ نفس ست، کہ عبارت از اَنائے سالک ست، بدانکہ مراقبۂ ایں دوائر بایں طریق می کنند، کہ خود را بخیال داخل آں دائرہ کردہ لحاظ می فرمایند، کہ فیض محبت از دائرۂ اصل اسما وصفات برلطیفہ اَنائے من وارد می شود، وہمچنیں از دائرۂ اصل اصل فیض محبت بر انائے من ورود می کند، وہمچنیں از قوس کہ اصل ثالث ست، فیض

۱۔ یعنی نصف سافل ونصف عالی دائرہ اولیٰ۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

حَبْلِ الْوَرِيْدِ کا مفہوم) تصور کرتے ہیں۔ سالک دائرہ اقربیت (یعنی پہلے دائرہ) سے جب عروج کرے گا تو پھر اُس کی سیر دائرہ اصل میں واقع ہوگی۔ اور دائرہ اصل سے دائرہ اصل الاصل کی طرف ترقی کرے گا اور اصل الاصل سے تیسرے اصل یعنی قوس کی طرف سیر کرے گا۔ اور پہلے دائرہ کے نصف تحتانی ونصف فوقانی میں کامل استہلاک و نیستی پیدا ہوتی ہے اور حضرت پیر دستگیر نے ان سہ گانہ دوائر میں اپنے اس غلام پر جب توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ ان دوائر سے بیرنگ نور کا ایک میزاب (پنالہ) میرے لطیفہ نفس پر پوری طاقت سے گرایا گیا، جس کے باعث میرا وجود و میری ہستی نمک در آب کی مانند بالکل گل گئی، حتیٰ کہ میرے وجود کا نام ونشان تک بھی باقی نہ رہا، اور عین و اثر کے زوال کا مقام میسر ہوا۔ اور لفظ انا کا اطلاق اپنے اوپر میں نے بہت ہی دشوار جانا، بلکہ میں نے اَنا کے ورود کا محل ہی نہ پایا۔ حتیٰ کہ عدمیت کے ناپیدا کنار دریا میں ڈوب گیا۔ اس وقت یہ یقین معلوم ہوا کہ فنا کی حقیقت تو اسی ولایت میں حاصل ہوتی ہے۔ اس سے پہلے پہلے جو کچھ بھی تھا، وہ تو فنا کی صورت ہی صورت تھی اور پہلے دائرہ کے نصف تحتانی اور نصف فوقانی میں مراقبہ محبت یعنی آیۂ شریفہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کا مفہوم کرتے ہیں۔ اور اِن دوائر میں مورِدِ فیض لطیفہ نفس ہے، یعنی سالک کا انا مخفی نہ رہے کہ ان دوائر میں مراقبہ اس طریقہ سے کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو اپنے خیال سے دائرہ کے اندر داخل کر کے یہ لحاظ وتصور کرتے ہیں کہ دائرہ اصل اسماء وصفات سے محبت کا فیض میرے لطیفہ اَنا پر وارد ہو رہا ہے۔ اور اِسی طرح دائرہ اصل الاصل سے محبت کا فیض میرے اَنا پر ورود کر رہا ہے۔ اور ایسا ہی تیسرے اصل، یعنی قوس سے بھی محبت کا فیض اسی لطیفہ کو پہنچ رہا ہے۔ اور ان دوائر میں کلمہ توحید کا زبانی ذکر بھی بلحاظ معنی فائدہ بخشتا ہے۔ راقم الحروف عفی عنہ (مصنف رسالہ ہٰذا) کہتا ہے کہ پیر دستگیر (میں اُن کے قربان) کی توجہ سے یہ تینوں دائرے بھی مجھ پر مکشوف ہوئے اور ان دوائر ثلاثہ کی ایک دوسرے سے امتیاز وجدائیگی میرے علم میں عرض وطول کے اندر ضعف وقوت میں انوار

محبت بریں لطیفہ می آید، ودریں دوائر تہلیل لسانی[1] بلحاظ معنی نیز مفید می افتد، راقم گوید، عفی عنہ کہ بندہ را بتوجہ پیر دستگیر جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاہُ کشف ایں دوائر شدہ است، آنچہ ما بہ الامتیاز ایں دوائر دریافتہ ام، قلت وکثرتِ انوار بضعف وقوت درعرض وطول وبیرنگیِ نسبتِ فوق ست، بما تحتِ خود ونیز درویشانے را کہ توجہ دریں دوائر کردہ ام، اکثر برا کشفِ ایں دوائر حاصل شدہ است وعلامت قطع شدن ہر دائرہ وتمام شدن او آنست، کہ دائرہ مثل قرص آفتاب برسالک مکشوف می شود، ہر قدر از دائرہ کہ قطع می شود، ہماں قدر از دائرہ نورانی بکمال شعشعاں ہویدا می گردد وآں قدر از دائرہ کہ قطع نشدہ است، مانند آفتاب کہ دروقتِ کسوف بےنوری نماید معلوم می شود، وعلامتِ تمام شدن دائرہ ولایت کبریٰ آنست، کہ معاملہ فیض باطن کہ بدماغ تعلق داشت بسینہ متعلق می شود ایں وقت شرحِ صدر حاصل می گردد ووسعت سینہ آن قدر می شود، کہ از بیان خارج است اگرچہ در سیر قلبی وسعت قلب آن مقدار شدہ بود، کہ آسمانہائے متعدد درونِ قلب خود دیدہ بودم، ودر قلب خود قلوب بسیار مشاہدہ نمودہ بودم، لیکن ایں وسعت فقط در قلب بود، ووسعت صدر کہ در ولایت کبریٰ حاصل می شود، شامل تمام سینہ عموماً ودر محل لطیفہ اخفیٰ خصوصاً مے شود، وعلامت شرح صدر بطریق وجدان آنست، کہ چوں وچرا از احکامِ قضا مرتفع می شود، ودریں مقام نفس مطمئنہ می گردد، وبر مقام رضا ارتقاے فرماید ودر جمیع احوال راضی بقضا میماند، اگر بعد قطع شدن ایں دوائر مراقبہ اسم الظاہر نماید، ومورد فیض ایں مراقبہ لطیفۂ نفس ولطائف خمسہ عالمِ امر خیال نماید، قوتے وعرضے در نسبت باطن پیدا می شود چنانچہ حضرت پیر دستگیر بندۂ خود را ایں مراقبہ تلقین فرمودہ بودند، وفوائد آنرا دریافتہ ام، ویاراں را ایں مراقبہ تلقین نمودہ ام باید دانست، کہ ہمچناں کہ ظلال اسماد

۱۔ بزبان لا الٰہ الا اللہ گفتن۔

کی کمی و زیادتی پر مبنی ہے۔ و نیز ماتحت کی بہ نسبت نسبت فوق کے بیرنگ ہونے پر، اور اپنے مذکورہ مکشوفہ دوائر سہ گانہ میں جن درویشوں کو میں نے توجہ دی، اُن میں سے اکثروں پر یہ دوائر منکشف ہوئے۔ اور ہر دائرہ کے قطع و تمام ہونے کی علامت یہ ہے کہ دائرہ آفتاب کے قرص کی مانند سالک پر ظاہر ہو جائے۔ اور دائرہ کا جس قدر حصہ قطع ہو جائے، اتنا ہی حصہ کمال نورانیت کے ساتھ ظاہر ہو، اور جس قدر دائرہ کا حصہ بے قطع باقی رہ جائے، وہ بے نور معلوم ہو، جیسا کہ آفتاب کسوف کے وقت بے نور دکھائی دیتا ہے۔ اور ولایت کبریٰ کے کامل دائرہ کے طے ہونے کی علامت یہ ہے کہ فیض باطن کا معاملہ جو دماغ سے تعلق رکھتا ہے، سینہ کے متعلق ہو جاتا ہے۔ اس وقت شرح صدر بھی حاصل ہو جاتی ہے اور سینہ کی وسعت و فراخی تو اِس قدر حاصل ہو جاتی ہے جو بیان سے باہر ہے۔ گو سیر قلبی میں قلب کی وسعت اِس قدر ہو گئی تھی کہ کئی آسمان میں نے اپنے قلب کے اندر مشاہدہ کیے تھے اور کئی ایک قلب بھی اپنے قلب میں دیکھے تھے۔ لیکن یہ وسعت فقط قلب ہی تک محدود تھی۔ اور وسعت صدر جو ولایت کبریٰ میں حاصل ہوتی ہے، وہ تو تمام سینہ میں عموماً اور محل لطیفہ اخفیٰ میں خصوصاً ہوتی ہے۔ اور شرح صدر کی علامت بطریق وجدان یہ ہے کہ شرح صدر میں قضا و قدر کے احکام سے چوں و چرا و تمام اعتراضات رفع ہو جاتے ہیں اور نفس بھی مطمئنہ ہو جاتا ہے اور عروج کر کے مقام رضا میں پہنچ جاتا ہے، اور تمام احوال میں راضی بقضا رہتا ہے۔ اگر سالک ان دوائر کے طے ہونے کے بعد اسم الظاہر کا مراقبہ کرے اور اس مراقبہ میں مورِدِ فیض لطیفہ نفس اور لطائف خمسہ عالم امر کو تصور کرے تو نسبت باطن میں بڑی قوت اور وسعت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیر نے اپنے اس غلام کو بھی اس مراقبہ کی تعلیم فرمائی تھی اور اس کے فوائد و نتائج بھی مجھ کو حاصل ہو گئے تھے اور اپنے یاروں کو بھی میں نے یہ مراقبہ تعلیم کر دیا تھا۔ جاننا چاہیے کہ جیسے اسماء و صفات کے ظلال تمام خلائق کے باستثنائے انبیاء کرام و ملائکہ عظم علیہم السّلام مبادی تعینات ہیں، اور اِس مرتبہ کی سیر ولایت صغریٰ کے نام سے موسوم کی گئی

صفات مبادی تعینات خلائق اند، سوائے انبیاء کرام وملائکہ عظام عَلَیْهِمُ السَّلَامُ و سیر ایں مرتبہ را مسمّٰی بولایتِ صغریٰ ساختہ اند، سیر ایں مرتبہ اسما وصفات وشیونات را کہ مبادی تعینات انبیاء کرام اند، مسمّٰی بولایت کبریٰ می فرمایند ومبادی تعینات ملائکہ عظام کہ مسمّٰی بولایت علیا است ہنوز در پیش است۔

ہے، ایسے ہی اسماء صفات وشیونات جو انبیاء کرام کے مبادی تعینات ہیں، ان کی سیر کو ولایت کبریٰ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور ملائکہ عظام کے مبادی تعینات جن کو ولایت علیا کہا جاتا ہے، ابھی تک ان کی سیر درپیش ہے۔

فصل

در بیانِ ولایت علیا وسیر عناصر ثلاثہ

سوائے عنصر خاک وفنا وبقاء آنہا چوں در دوائر ولایت کبریٰ حضرت پیر دستگیر بریں کمترین غلامین خود توجہات فرمودند واَحوال وکیفیاتِ ہر دائرہ بریں بندہ فائض شد، تا آنکہ توجہ برائے شرح صدر فرمودند، دیدم کہ معاملہ دماغی متعلق بصدر بصدر رشد، و وُسعت سینہ را دریافتم از پانزدہم جمادی الثانی از سالِ مسطور توجہ بر عناصر غلامِ خود فرمودند دیدم کہ عناصر ثلاثہ را جذبات الہیہ در رسید وعروجے واقع شد، واَحوال لطیفہ و کیفیات بیرنگ بر عناصر وارد شدند وایں عناصر ثلاثہ را فنائے در ذاتیکہ مسمّٰی الباطن است، میسر شد، واضمحلال واستہلاک ایں عناصر را دراں مرتبہ مقدسہ حاصل گردید، و بقای باں مرتبہ متعالیہ میسر شد، ومناسبتے بملائکہ کرام بہم رسید زیارت ایں بزرگواراں نیز میسر شد، وخود را داخل در مقام ایشاں یافت بدانکہ سیر در ولایتِ صغریٰ و ولایت کبریٰ سیر در اسم الظاہر بود، وسیریکہ در ولایت علیا حاصل میشود، سیر در اسم الباطن است وفرقے درمیان اسم الظاہر واسم الباطن آنست، کہ در سیر اسم الظاہر تجلیات صفاتی وارد می شود، بیملاحظہ ذات ودر سیر اسم الباطن اگرچہ تجلیات اسما وصفات است، لیکن احیاناً ذات ہم مشہود می گردد تعالت وتقدست وصورت مثالی ایں دائرہ از عنایت حضرت پیر دستگیر برایں فقیر منکشف گشت، دیدم کہ دائرہ ولایت علیا ظاہر شد، لیکن مانند خطوط شعاعی آفتاب اسماوصفات حضرت حق ایں دائرہ را احاطہ نمودہ، لیکن احیاناً بخطوط

فصل

اس فصل میں تین امر کا بیان ہے

(۱) ولایت علیا، (۲) عناصر ثلاثہ، آب و آتش یا باد کی سیر، (۳) انہی تین کی فنا و بقا۔

حضرت پیر دستگیرؒ نے جب ولایت کبریٰ کے دوائر میں اپنے اس کمینہ غلام پر توجہات فرمائیں، اور ہر دوائر کے احوال و کیفیات اس غلام پر وارد ہوئے۔ حتیٰ کہ شرح کے واسطے بھی توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ دماغی معاملہ نے سینہ کے ساتھ تعلق پکڑا اور سینہ کی وسعت بھی مجھ کو معلوم ہوئی۔ پھر سن بارہ سو پچیس ہجری کے ماہ جمادی الثانی کی پندرہویں تاریخ کو اپنے غلام کے عناصر پر توجہ فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ میرے عناصر ثلاثہ پر الٰہی جذبات وارد ہوئے اور عروج واقع ہوا۔ اور پاکیزہ حالات اور بیرنگ کیفیات نے عناصر پر صدور فرمایا۔ اور اِن عناصر ثلاثہ کو اسم الباطن کی مسمّٰی و مصداق ذات میں فنا میسر ہوئی، اور اُس مرتبہ مقدسہ میں ان عناصر کو نیستی و استہلاک بھی حاصل ہوا، اور اس مرتبہ متعالیہ کے ساتھ بقا بھی حاصل ہوئی اور ملائکہ کرام کے ساتھ بھی مناسبت پیدا ہوئی اور ان بزرگوں کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور اپنے آپ کو میں نے اس مقام کے اندر داخل پایا۔ اب معلوم رہے کہ ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ کی سیر اسم الظاہر کی سیر تھی، اور ولایت علیا میں جو سیر حاصل ہوتی ہے، وہ اسم الباطن کی سیر ہے۔ اور اسم الظاہر و اسم الباطن کے درمیان یہ فرق ہے کہ اسم الظاہر کی سیر میں ذات کا لحاظ کرنے کے بغیر ہی محض صفاتی تجلیات وارد ہوتی ہیں۔ اور اسم الباطن کی سیر میں گو اسماء و صفات کی بھی تجلیات میسر آتی ہیں، مگر کبھی کبھی ذات تعالت و تقدست بھی مشاہدہ میں آ ہی جاتی ہے۔ اور حضرت پیر دستگیر کی مہربانی سے اس دائرہ کی صورت مثالی بھی اس فقیر پر منکشف ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ولایت علیا کا دائرہ

دائرہ
صفات
علیا

ہم آں دائرہ مشہود می شود امّا در کمال بیرنگی ظاہر میگردد، باز آں خطوط شعاعی روپوش میشوند، بدانکہ ولایتِ علیا مانند مغز است، و ولایت کبریٰ چوں پوست بلکہ ہر دائرہ تحتانی نسبت بدائرہ فوقانی ہمیں مناسبت دارد، مگر در کمالاتِ نبوت کہ نسبت بولایت ایں مناسبت ہم متصور نیست، و دریں دائرہ مراقبہ ذاتے کہ مسمّٰی الباطن است، می نمایند و موردِ فیض دریں ولایت عناصر ثلاثہ اند، سوائے عنصر خاک و تہلیل لسانی وصلوٰۃ تطوع باطولِ قنوت ترقی بخش این مقام است، و دریں مقام ارتکابِ رخصت شرعی ہم خوب نیست، بلکہ عمل بعزیمت دریں مقام ترقّی می بخشد، سرش آنست، کہ عمل برخصت آدمی رابطرف بشریت میکشد، وعمل بعزیمت مناسبتے بملکیت پیدامیکند، پس ہر قدر کہ مناسبت بملکیت زیادہ حاصل شود، ترقی دریں ولایت زودتر میسر آید واَسرار یکہ دریں ولایت حاصل می شود، مانند توحید وجودی وشہودی نیست، کہ چیزے[1] بہ بیان درآید بلکہ اسرار ایں ولایت لائق تر باستتار اند، و ہیچ وجہ قابل اظہر نیستند، خوش گفت۔

بیت

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں اُفتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

واگر فی المثل چیزے گفتہ شود، عبارتے از کجا پیدا آید، کہ ایں اسرار را بیان نماید دریافت ایں ہا اسرار بدوں توجہ شیخ کہ دریں ولایت تحققے پیدا نمودہ وبایں اسرار فائض گردیدہ است، محال است این قدر واین مائم، کہ دریں وقت باطن سالک مظہر مسمّٰی

ا۔ یعنی آں اسرار بایں مثابہ نیست کہ چیزے از آنہا در بیان آید، وبہ بیان سزد۔

ظاہر ہوا۔ مگر آفتاب کے شعاعی خطوط کی مانند حضرت حق کے اسماء وصفات اس دائرہ کو احاطہ کیے ہوئے تھے، لیکن وہ دائرہ کبھی کبھی بغیر ان خطوط کے بھی مشہود ہوتا ہے۔ مگر کمال بیرنگی میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور پھر وہ خطوط شعاعی روپوش ہو جاتے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ ولایت علیا مغز کی مانند ہے اور ولایت کبریٰ چھلکے کی مانند، بلکہ ہر دائرہ تحتانی بھی دائرہ فوقانی کی نسبت یہی مناسبت رکھتا ہے۔ مگر کمالات نبوت میں ولایت کی بہ نسبت اس قسم کی مناسبت بھی نہیں ہوسکتی۔ اور اس دائرہ میں اسم الباطن کی مسمّی ومصداق ذات کا مراقبہ کرتے ہیں، اور فیض کا مورد اس ولایت میں عناصر ثلاثہ آب آتش باد ہیں۔ اور کلمہ توحید کا زبان سے ذکر کرنا اور نفلی نماز طول قیام وقرأت کے ساتھ ادا کرنا، اس مقام میں ترقی بخشنے والا ہے۔ اور اس مقام میں رخصت شرعی کا اختیار کرنا بھی مستحسن نہیں خیال کیا گیا، بلکہ عزیمت پر عمل کرنا اس مقام میں ترقی بخشتا ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنا آدمی کو بشریت کی طرف کھینچ لے جاتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنا ملکیت کے ساتھ مناسبت پیدا کرتا ہے۔ پس جس قدر ملکیت کے ساتھ زیادہ مناسبت حاصل ہوگی، اُسی قدر اِس ولایت میں ترقی جلد تر میسر آئے گی۔ اور اس ولایت کے حاصل شدہ اسرار توحید وجودی اور توحید شہودی کی مانند نہیں ہیں کہ بیان میں آسکیں، بلکہ اس ولایت کے اسرار تو پوشیدہ رکھنے کے ہی زیادہ لائق ہیں اور کسی طرح بھی اظہار کے قائل نہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ **بیت:**

راز کا پردہ سے باہر آنا مصلحت کے خلاف ہے، ورنہ رندوں کی مجلس میں تو ہر قسم کی خبر موجود ہے۔

اور بالفرض کسی راز کے اظہار کا قصد بھی کیا جائے تو ایسی عبادت کہاں سے آئے جو اِن اسرار کو بیان کر سکے۔ ان اسرار کا علم ایسے ہی شیخ کی توجہ سے حاصل ہوسکتا ہے جس نے اس ولایت میں کمال اتّصاف پیدا کیا ہو اور اِن اسرار کے فیض سے فیضیاب ہو چکا ہو۔ ورنہ ان اسرار کی دریافت تو بالکل محال ہے۔ میں صرف اس قدر ظاہر کر دیتا ہوں کہ اس وقت سالک کا باطن اسم الباطن کے مسمّی ومصداق کا مظہر بن جاتا ہے۔ سمجھنے والے سمجھ گئے

الباطن می شود، فَهِـمَ مَـنْ فَهِـمَ ودریں ولایت وسعتے در تمام بدن پیدا میشود واحوال لطیفہ بر تمام قالب می آید، چون حضرت پیر دستگیر بر غلام خود توجہ تا ایں مقام فرمودند، بندہ[1] را ضرورتے پیش آمد کہ قصد رفتنِ رام پور[2] کردم، و از جناب مبارک حضرتِ ایشاں استدعای رخصت نمودم بندہ را در مجمع اصحابِ خود خلعت خلافت مرحمت فرمودند، وملبوس خاص کہ کلاہ وقمیص وعصا وسجادہ است، عطا کردند وبدست خویش کلاہ مبارک بر سر بندہ نہادند، وقمیص در بر پوشانیدند، وایں الفاظ بر زبان شریف در آوردند، کہ چنانچہ حضرت مرزا صاحب قبلہ مرا بخلافتِ خویش ممتاز فرمودند، ما ہمچناں ترا اجازت طریقہ عطا کردیم، باز ارشاد کردند، کہ ترا در نسبتِ خاندان قادری وچشتی توجہ می فرمائم، و بندہ را برابر زانوے مبارک خویش بہ نشانیدند و عالمین ربّانی و عارفین سبحانی اعنی حضرت مولانا خالد رومی وحضرت مولوی بشارت اللہ بھڑا یچی را کہ از قدوہ اصحاب واز خلص احباب حضرت ایشاں اند قریب بندہ بنشانیدند، اوّل فاتحہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ، توجہ در نسبت قادری کردند، در مراقبہ دیدم، کہ جنابِ مبارک حضرت غوث[3] الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف ارزانی فرمودند وبطورے بر گردنِ غلام خود نشستہ اند کہ ہر دو پائے مبارک آں حضرت برابر سینہ من ہستند، وآں حضرت تاج مکلّل بر سر ولباسِ فاخرہ در بر دارند، وانوار مبارک آں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرا احاطہ فرمودند، ودر رنگِ نسبتِ آں حضرت رنگین گردیدم، بعد حضرت پیر دستگیر دست مبارک بر زانوے بندہ زدہ فرمودند، ترا در نسبتِ چشتیہ توجہ میکنم، آگاہ باش، و فاتحہ باَرواح مبارک حضرات چشتیہ خواندہ متوجہ شدند، دیدم کہ حضرت خواجہ

۱۔ یعنی صاحب حال شدہ۔ ۲۔ بلدہ ایست معروف در ممالک متوسط ہندوستان ریاست اسلامی۔

۳۔ اعنی شیخ الشیوخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اور اس ولایت کے وقت سالک کے تمام بدن میں وسعت وفراخی پیدا ہو جاتی ہے، اور لطیف لطیف احوال سارے جسم پر وارد ہوتے ہیں۔ جب حضرت پیر دستگیر نے اپنے غلام پر اس مقام تک توجہ فرمائی تو مجھ کو ایک ایسی ضرورت پیش آئی، جس کی وجہ سے میں نے رام پور جانے کا قصد کیا۔ اور حضرت پیر دستگیر کی خدمت مبارک میں رخصت کی درخواست کی تو حضرت نے اپنے یاروں کے مجمع میں خلافت کی خلعت عطا فرمائی اور اپنا ملبوس خاص (یعنی کلاہ وقمیص وعصا وسجادہ) مرحمت فرمایا، اور خاص اپنے ہاتھ کے ساتھ کلاہ مبارک میرے سر پر رکھا اور قمیص پہنائی، اور یہ الفاظ اپنی زبان مبارک پر مذکور فرمائے، جیسے حضرت مرزا صاحب قبلہ نے مجھ کو اپنی خلافت کے ساتھ ممتاز فرمایا، ویسے ہی ہم نے بھی تجھ کو طریقہ کی اجازت عطا کی۔ اس کے بعد ارشاد کیا کہ خاندان قادری اور چشتی میں بھی ہم تجھ کو توجہ دیتے ہیں۔ یہ فرما کر بندہ کو اپنے زانو مبارک کے برابر بٹھلالیا اور ہر دو عالم ربّانی وعارف سبحانی مولانا خالد رومی اور حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب بھڑائچی کو بھی، جو جناب پیر دستگیر کے برگزیدہ اور مخلص احباب میں سے ہیں، بندہ کے قریب ہی بٹھلالیا۔ بعد ازاں آپ نے پہلے بروح پاک حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتحہ پڑھ کر نسبت قادری میں توجہ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مراقبہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب مبارک حضرت الغوث[1] الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہوئے اور اپنے غلام (مصنف رسالہ) کی گردن پر اس وضع سے بیٹھے ہوئے ہیں کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک میرے سینہ کے برابر ہیں، اور آپ نے اپنے سر پر ایک جڑاو درخشاں تاج رکھا ہوا ہے اور بدن میں مکلّف لباس پہنا ہوا ہے، اور آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انوار مبارک مجھ کو احاطہ کیے ہوئے ہیں، اور میں آنحضرت کی نسبت کے رنگ میں رنگین ہو گیا ہوں۔ بعد ازاں حضرت پیر دستگیر نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ لے اب میں تجھ کو نسبت چشتیہ میں توجہ دیتا ہوں، خبردار ہو جا۔ اور بارواح مبارکہ حضرتِ چشتیہ فاتحہ پڑھ کر توجہ فرمانی شروع کی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت خواجہ

۱۔ الشیخ عبدالقادر جیلانی معروف بہ پیر پیرانؒ۔

خواجگان اعنی حضرت خواجہ معین الدین وحضرت خواجہ قطب الدین وحضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر وحضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء[1] وحضرت مخدوم علاؤ الدین علی صابر قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم تشریف آوردند، ونورِ نسبتِ ہر یکے ازیں اکابر جدا جدا معینہ کردم، وآثارِ نسبت ہائے ایں اکابر در خود یافتم، دیدم، کہ حضرت نظام الدین بکمالِ محبوبیتے کہ دارند، ظہور فرمودند، ودر پائے مبارک آنحضرت رنگ حنا دریافتہ شد، چوں ایں معاملہ گذشت، حضرت پیر دستگیر فرمودند، کہ نسبت ایں اکابر جدا جدا دریافتی، بندہ عرض کرد، کہ بلے از تصدق آنحضرت اگر ارشاد شود جدا جدا عرض نمایم، فرمودند، خاموش، وایں اسرار از مردماں بپوش، واجازت نامہ بدست خط خاص مزیّن بہ مہر خود فرمودہ بہ بندہ عنایت کردند، وآں اجازت نامہ ایں ست، کہ بطریق اختصار ثبت نمودہ می شود۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.

بعد حمد وصلوٰۃ فقیر عبداللہ معروف غلام علی عفی عنہ گذارش می نماید، کہ فضائل و کمالاتِ مرتبت صاجبزادۂ والانسب حضرت حافظ محمد ابوسعید اَسۡعَدَهُ اللّٰهُ فِی الدَّارَیۡن اشتیاقِ کسبِ نسبت باطنی آباء کرام خود رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِمۡ پیدا شد، و رجوع بہ فقیر آوردند، برعایت حقوق بزرگانِ ایشاں باایں ہمہ عدم لیاقت خود از اجابت مسئول چارہ ندیدم، وتوجہات بر لطائف ایشاں کردہ شد، بعنایت الٰہی بواسطۂ پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم در چندے لطائف ایشاں را جذبات الٰہیہ در رسید، زیرا کہ معمولِ منست، کہ توجہات بر لطائف خمسہ معاً میکنم، وتوجہ وحضور با کیفیات وبعضے علوم واَسرار ایشانرا دست داد، وآں توجہ استہلا کے یافت، ورنگے از فنا در باطن ایشاں طاری شد، و

۱۔ از قبیل ان ابراھیم کان امۃ .

خواجگان حضرت خواجہ معین الدین وحضرت خواجہ قطب الدین وحضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر وحضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء وحضرت مخدوم علاؤ الدین صابر قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم تشریف لائے ہیں اور اِن اکابر میں سے ہر ایک کی نسبت کا نور میں نے جدا جدا معاینہ کیا۔ اور نیز اِن اکابر کی نسبت کے آثار اپنے اندر پائے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت نظام الدین نے اپنی کمال محبوبیت کے ساتھ ظہور فرمایا اور آپ کے پاؤں مبارک میں مہندی کا اثر معلوم ہوا۔ جب یہ تمام معاملہ گزر چکا تو حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ کیا تو نے ان اکابر کی نسبت جدا جدا دریافت کر لی ہے؟ بندہ نے عرض کی کہ جی ہاں، حضور کے تصدق سے دریافت کر چکا ہوں۔ اگر ارشاد ہو تو جدا جدا عرض کروں؟ اِس پر فرمایا کہ خاموش رہ، اور یہ اسرار لوگوں سے پوشیدہ رکھ۔ اور اپنا خاص دستخطی اجازت نامہ اپنی خاص مہر سے مزیّن فرما کر بندہ کو عنایت فرمایا۔ اور وہ اجازت نامہ یہ ہے، جو بطریق اختصار اس جگہ نقل کیا جاتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

حمد وصلوٰہ کے بعد فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ گذارش کرتا ہے کہ صاحبزادہ عالی نسب صاحب فضائل وکمالات حافظ محمد ابوسعید کو (اللہ اُس کو دارین میں سعادت مند کرے) اپنے آباء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی باطنی نسبت کے حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا، بناء علیہ انہوں نے اس فقیر کی طرف رجوع فرمایا۔ فقیر نے باوجود اپنی تمام اس عدم لیاقتی کے اُن کے بزرگوں کے حقوق کی رعایت کے باعث اُن کے سوال کی اجابت سے کسی طرح چارہ نہ دیکھا، اور اُن کے لطائف پر توجہات کی گئیں۔ خدائے تعالیٰ کی مہربانی سے بطفیل پیراں کبار رحمۃ اللہ علیہم تھوڑے ہی عرصے میں اُن کے لطائف کو جذبات الٰہیہ نے آپایا، (کیونکہ میرا معمول یہ ہے) کہ لطائف خمسہ پر یکبارگی اپنی توجہات عمل میں لاتا ہوں۔ و نیز اُن کو توجہ اور حضور وکیفیات وبعضے علوم واسرار حاصل ہوئے، اور اُس توجہ کی وجہ سے ایک نوع کا استہلاک ان میں پیدا ہوا، اور فنا کا رنگ اُن کے باطن میں ظاہر ہوا اور توحید حالی کے پرتو کے حضور نے بندوں کے افعال کو اُن کی نظر سے پوشیدہ کر دیا، اور انہوں نے ان

ظہور پرتوی از توحید حالی افعال عباد را از نظر ایشاں مستور گردانید، و منسوب بحضرت حق سبحانہٗ یافتند، پس توجہ بر لطیفۂ نفسِ ایشاں کردہ شد، بہ عروج و نزولِ آں در انجا مستہلک آں حالات گشتند، و انتساب صفات خود بحضرت حق سبحانہٗ یافتند، و اَنا را شکستگی رسید، کہ اطلاق انا بر خود متعذّر دانستند، و نورے از وحدت شہود بر باطن ایشاں تافت، ممکنات را مرایائے وجود و تابع وجودِ حضرت حق سبحانہٗ شناختند، بعد ازاں توجہ و القاءِ انوار نسبت بر عناصر ایشاں کردہ می شود و جذبے و توجہی عناصر را نیز دریافتہ است فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ و آنچہ دریخا نوشتہ ام باظہار و اقرار ایشاں مسطور شد، و ایں ہمہ حالات و واردات ایشاں را من ہم دریافتہ ام و اصحاب من ہم شہادتِ آنہمۂ عنایاتِ الٰہی سبحانہٗ دربارہ ایشاں دادند فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ و از کرم کریم کارساز سبحانہٗ بواسطۂ مشائخ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ امیدوارم کہ بشرط التزام صحبت ترقیات کثیرہ فرمایند، وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ پس دریں صورت ایشان را اجازتِ تلقین طریقہ نقشبندیہ احمدیہ دادہ شد، کہ تعلیم اذکار و مراقبات و اِلقاء سکینہ در قلوب سالکان نمایند، بعنایتِ الٰہی سبحانہٗ و فاتحہ بارواح طیبہ مشائخ قادریہ و چشتیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ بجہت حصول توسل و ایشاں باں کبرائے عظام و افاضۂ فیوضِ آں اکابر در باطن ایشاں نیز خواہد شد، تا دریں دو طریقہ علیہ ہر کہ از ایشاں توسل خواہد بیعت از و گیرند، و شجرہ ایں حضرت باد عنایت فرمایند، و تلقین و تربیت بطریقہ نقشبندیہ احمدیہ فرمایند، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا آمین تَمَّ کَلَامُہُ الشَّرِیْفُ و بعد از تمامی سلوک عبارتِ دیگر دریں اجازت نامہ افزودند انشاء اللہ تعالیٰ در جائے ازیں رسالہ اجازت نامہ بجہتِ تبرک ایراد خواہم کرد۔

افعال کو حضرت حق سبحانہٗ کی طرف منسوب پایا۔ پھر اُن کے لطیفہ نفس پر اُس کے عروج و نزول کے ساتھ توجہ ڈالی گئی تو وہ اُس مقام میں اُن حالات کے اندر مستہلک ہو گئے، اور اپنے صفات کو حضرت حق سبحانہٗ کی طرف منسوب پایا، اور اُن کے اَنا کو اِس قدر شکستگی حاصل ہوئی کہ اپنے اوپر لفظ اَنا کا اطلاق دشوار جانا اور اُن کے باطن پر وحدت شہود کا نور چمکا، اور تمام ممکنات کو حضرت حق سبحانہٗ کے وجود و توابع وجود کا آئینہ شناخت کیا۔ بعد ازاں ان کے عناصر پر توجہ و نیز نسبت کے انوار کا القا کیا جا رہا ہے، اور انہوں نے عناصر کے جذب و توجہ کو بھی معلوم کر لیا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ. اور اس جگہ میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے، اُن کے اظہار و اقرار سے لکھا ہے اور اُن کے ان تمام حالات و واردات کو میں نے خود بھی معلوم کر لیا ہے، اور میرے یاروں نے بھی اُن کے بارے میں خدائے حق سبحانہٗ کے ان تمام عنایات کی شہادت دی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ. اور خدائے کریم کارساز سبحانہٗ کے کرم سے بطفیل مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم میں امیدوار ہوں کہ بشرط التزام صحبت اُن کو بہت کچھ ترقیات حاصل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر ہرگز ہرگز کسی طرح بھی دشوار نہیں ہے، لہٰذا ان کو طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے تعلیم کی اجازت دے دی گئی کہ خدائے پاک کی عنایت و مہربانی سے اذکار و مراقبات کی تعلیم دیا کریں، اور طالبوں کے دلوں میں سکینت و اطمینان بھی القا کیا کریں، اور فاتحہ بہ نیت ایصال ثواب بارواح طیبہ مشائخ قادریہ چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم بھی پڑھی گئی، تاکہ ان کو اُن کبرائے عظام کے ساتھ توسل حاصل ہو، اور نیز اُن کے باطن میں اُن کے فیوض و برکات واصل ہوں۔ اور ان دو طریقہ علیہ میں جو کوئی ان سے توسل چاہے، یہ اُس سے بیعت لیں اور ان حضرات کا شجرہ اُس کو عنایت فرمائیں، اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تلقین اور اس کے موافق اس کی تربیت فرمائیں۔ اے خدا! تو ان کو متقین و پرہیز گاروں کا امام و پیشوا بنا۔ آمین۔ یہاں تک ہمارے پیر دستگیر کا کلام تمام ہوا۔ اور میرا سلوک تمام ہونے کے بعد اس اجازت نامہ میں حضرت پیر دستگیر نے اور عبارت زیادہ فرمائی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی رسالہ میں کسی اور جگہ اجازت نامہ تبرک کے طور پر درج کر دوں گا۔

فصل

در بیان کمالات ثلاثہ اعنی کمالات نبوت وکمالات رسالت و کمالات الوالعزم

چوں بعد از چند ماه از رام پور مراجعت نموده به قدم بوسی حضرت پیر دستگیر مشرف گردیدم، حضرت ایشاں از ماه ذیقعد از سالِ مسطور بر عنصر خاک غلام خود توجه فرمودند، وفیضے از کمالات نبوت که عبارت از تجلی ذاتی دائمی ست بریں لطیفۂ ورود فرمودند معارف ایں مقام فقدان ہمہ معارف ست، و نکارت ہمہ حالاتِ باطن و بیرنگی و بے کیفی نقد وقت می شود، ودر ایمانیات

دائرہ
کمالات
نبوّت

وعقائد قوتہا پیدا می شود، و استدلالی بدیہی می گردد، و معارف ایں مقام شرائع انبیاء ست، در ینجا وسعت باطن آن قدر می شود، که وسعتِ جمیع ولایات چه ولایت صغریٰ وچه ولایت کبریٰ و چه ولایت علیا در جب ایں نسبت لاشی محض وضیق صرف است، و در ولایات البته مناسبتے با یک دیگر یافته می شود، اگر چه مناسبت صورت[1] وحقیقت باشد، امّا در ینجا آں نسبت ہم مفقود ست، و باوجودِ فقدان[2] ونکارتِ حالاتِ باطن ویأس و دید قصور که خود را از کافر فرنگ بدتر میداند حقیقت وصل عریانی اینجا حاصل است، وپیش

۱۔ یعنی مناسبت صورت با حقیقت۔

۲۔ یعنی فقدان ہمہ معارف۔

فصل

کمالات ثلاثہ یعنی کمالات نبوت و کمالات رسالت و کمالات الوالعزم کے بیان میں

چند ماہ کے بعد رام پور سے جب میں نے واپس آکر حضرت پیر دستگیر کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تو حضرت پیر دستگیر نے اُسی سال کے ذیقعد مہینہ میں اپنے غلام کے عنصر خاک پر توجہ فرمائی، اور کمالات نبوت کا فیض (یعنی تجلی ذاتی دائمی) میرے اس لطیفہ پر وارد فرمایا۔ اس مقام کے علوم و معارف بس یہ ہی ہیں کہ تمام علوم و معارف مفقود ہو جائیں، اور باطن کے تمام حالات ہی بے شناخت ہو جائیں، اور اس مقام میں بیرنگی اور بے کیفی حاصل الوقت ہو جاتی ہے اور ایمانیات اور عقائد میں بھی ہر طرح کی قوت پیدا ہو جاتی ہے، اور استدلالی علم بدیہی ہو جاتا ہے، اور اس مقام کے معارف انبیاء کرام کی شریعتیں ہیں۔ اس مقام میں باطن کی وسعت اور فراخی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ تمام ولایت (عام اس سے کہ ولایت صغریٰ ہو یا ولایت کبریٰ یا ولایت علیا) کی وسعت و فراخی اس نسبت کے پہلو میں محض ناچیز اور تنگی ہی تنگی ہے، اور کچھ بھی نہیں۔ ان ولایات کے آپس میں تو البتہ ایک قسم کی مناسبت پائی جاتی ہے، گو صورت اور حقیقت کی ہی مناسبت ہو، ولیکن اس جگہ وہ نسبت بھی مفقود ہے، اور باوجود مفقود ہو جانے تمام معارف کے اور بے شناخت ہو جانے تمام حالات باطن کے اور پیدا ہو جانے یاس و نا اُمیدی کے اور معلوم کر لینے اپنے قصور کے اس حد تک کہ کافر فرنگ سے بھی اپنے آپ کو بدتر جاننے لگے۔ حقیقتاً وصل عریانی (بے حجابانہ میل و ملاپ) اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اور اس سے پہلے پہلے جو جو وصل بھی تھے، وہ تو صرف وہم و خیال ہی کے دائرہ میں داخل تھے۔ اور ایک نوع کا سراب تھا، آب نما وہاں پرتو

ازیں ہر وصلے کہ بود، داخل دائرہ وَہم وخیال بود، سرابے بودہ آب نما کہ تشنۂ وصل آب را در آنجا غیر از حسرت وندامت چیزے بدست نبود، بندہ را وقتیکہ از توجہات حضرت پیر دستگیر ایں مقام مکشوف گردید، معاملہ میسر آمد، کہ شبیہ و برویت بود، اگرچہ رویت نبود، کہ موعود بآخرتست، و برآں ایماں داریم، لیکن معاملہ کہ اینجا میسر می شود، نسبت بمشاہدات ولایت کالرّویۃ ست وچنانچہ رویت آخرت مخصوص بعالم خلق ست ہمچناں معاملۂ اینجا نیز نصیب عالم خلق ست، لطائف عالم امر اینجا لاشی محض میگردند و ہمچنیں لطیفہ نفس وعناصر ثلاثہ در اینجا ناچیز میشوند، ایں معاملہ مخصوص بہ عنصرِ خاک است، اگر عناصر دیگر را ازیں دولت نصیب است، بہ تبعیّت ایں عنصر لطیف است، احکام شرائع واخبار غیب از وجود حق وصفات او سبحانہٗ وہمچنیں معاملہ قبر وحشر و مافیہا و بہشت ودوزخ وغیرہا کہ مخبر صادق صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ازاں خبر دادہ است، دریں مقام بدیہی وعین الیقین می گردد، مثلاً اگر کسے گوید کہ حضرت حق موجود است، ہیچ ریبے دراں نمے یابد ومحتاج، ہیچ دلیلے نمی گردد مثل چیزے مرئی واگر کسے گوید، کہ زید موجود است، در موجودیّت زید محتاج بنظر وفکر می شود ووجودِ حضرت حق سبحانہٗ مانند آئینہ می شود ووجود اشیا مثل صورِ مرئیہ در آئینہ کہ وجود این صور در وَہم وخیال است و وجود آئینہ فی الواقع، لیکن در آئینہ صوری اوّل صورت محسوس می شود، بعد ازاں آئینہ، و در ینجا بخلافِ آنست، کہ در اوّل نظر وجود آئینہ مرئی می شود، ووجودِ اشیاء بعد از دِقت نظر، لہٰذا وجود حضرتِ حق سبحانہٗ بدیہی می شود ووجودِ ممکناتِ نظری معاملہ عجب تر بشنو کہ باوجودِ علو وبساطت وبی رنگیہائے ایں مقام وقتیکہ انکشافِ تام در ینجا حاصل می گردد، معلوم می شود، کہ مقابل نظر ایں مقام بود، حیرت افزاید، کہ باوجود محاذی بودنِ ایں مقام واَقربیت آں دریں مدت چرا در نظر نمی آمد، وچرا دیدہا را نمی کشادیم و در پس

پانی کے پیاسے کے ہاتھ میں سوائے حسرت اور ندامت کے اور کچھ بھی حاصل نہ تھا۔
حضرت پیر دستگیر کی توجہات سے جب اس غلام پر یہ مقام مکشوف ہوا تو رویت کے مشابہ معاملہ میسر آیا۔ اگرچہ وہ رویت نہ تھی کیونکہ اس کے وعدہ کا محل وموقع تو آخرت ہے، ہم اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ولیکن جو معاملہ یہاں پر حاصل ہوتا ہے، ولایت کے مشاہدات کی نسبت وہ بھی رویت ہی کی مانند ہے۔ اور جیسے آخرت کی رویت عالم خلق ہی کے ساتھ مخصوص ہے ویسے ہی اس جگہ کا معاملہ بھی عالم خلق ہی کے حصہ میں ہے۔ عالم امر کے لطائف تو اس جگہ محض لاشی ہو جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ بھی اس مقام پر ناچیز ہو جاتے ہیں۔ یہ معاملہ تو عنصر خاک ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر دوسرے عناصر کو اس دولت سے کچھ حصہ ملتا بھی ہے تو صرف اسی عنصر لطیف کے طفیل وتبعیت ہی سے ملتا ہے۔ شریعت کے تمام احکام اور غیب کی تمام خبریں یعنی حق تعالیٰ کا وجود اور اُس سبحانہٗ کے صفات اور اسی طرح قبر کا معاملہ اور حشر و مافیہا اور بہشت و دوزخ وغیرہ وغیرہ جس جس امر کی مخبر صادق صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خبر دی ہے، اس مقام میں یہ سب کے سب بدیہی اور عین الیقین ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تو اِس میں کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا، اور نہ اس پر کسی دلیل کی حاجت پڑتی ہے، جیسے مشاہدے کی چیز میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر کوئی شخص مثلاً زید کے موجود ہونے کی خبر دے تو سامع دلیل کا محتاج ہوتا ہے، وجود حق میں نہیں ہوتا۔ اور اس مقام میں حضرت حق سبحانہٗ کا وجود آئینہ کی مانند ہو جاتا ہے اور اشیاء کا وجود ان صورتوں کی مانند جو آئینہ میں نظر آتی ہیں، ہو جاتا ہے، کیونکہ ان صورتوں کا وجود تو وہم وخیال ہی میں ہے اور آئینہ کا وجود واقع اور نفس الامر میں ہے، ولیکن ظاہری آئینہ میں پہلے صورت محسوس ہوتی ہے، پھر بعد میں آئینہ، اور اس مقام میں اُس کے برخلاف اوّل اوّل آئینہ کا وجود دیکھنے میں آتا ہے، پھر کہیں بنظر غور کرنے کے بعد اشیاء کا وجود دکھائی دیتا ہے۔ لہٰذا حضرت حق سبحانہٗ کا وجود بدیہی ہو جاتا ہے اور ممکنات کا وجود نظری۔ اس سے زیادہ تعجب ناک معاملہ سنو کہ اس مقام کی بلندی

کوچہائے لطائف عالم امر مقصود را می جستیم، طرفہ تر آنکہ برائے حصولِ ایں مقام اذکارے کہ در صوفیہ معمول است ہیچ سودمند نیست، اما تلاوتِ قرآن مجید با ترتیل و ادائے صلوٰۃ با آدابِ آں و اذکارے کہ از حدیثِ شریف ثابت است دریں مقام ترقی می بخشد، از شغل علم حدیث واتباع سنن حبیب خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قوتے وتنویرے دریں مقام بہم میرسد وحقیقت سِرِّ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی دریں دائرہ منکشف می شود اگرچہ در ہر مقامِ سابق تو ہم ایں معرفت ناشی شدہ بود، لیکن آنجا معاملہ باظلال یاصفات بود وا ینجا باحضرت ذاتست تَعَالٰی وَ تَقَدَّس تفصیل ایں معاملہ آنچہ قاصر ایں نافہم آمدہ است نوشتہ می شود، بگوش ہوش استماع فرمایند، چوں سالک را فنا و بقا بصفات واجبی کَمَا یَنْبَغِیْ میسر شد وصفات را با حضرتِ ذات قربے ست، کہ اطلاق لفظ[1] لَا ھُوَ وَلَا غَیْرُہٗ درآنجا کردہ اند، وسالک را از جہتِ فنائے کہ در مرتبۂ صفات حاصل گشتہ، ازیں قرب نصیب یافتہ، بقرب قَابَ قَوْسَیْنِ قائل خواہد شد، وچوں در مرتبۂ حضرت ذات فانی خواہد شد، ودراں مرتبہ بقا خواہد یافت لاجرم بقرب اَوْ اَدْنٰی تکلّم خواہد نمود، وحقیقتِ ایں معاملہ موقوف بر کشف است از تقریر و تحریر راست نمی آید، واگر گویم خداوند کہ کسے چہ فہم نماید، وسِرِّ دَنٰی فَتَدَلّٰی کہ دریں مقام مکشوف می شود ازاں ہم نازک تر است، لہٰذا عنان قلم از میدانِ بیانِ آں برتافتہ، کہ فہمِ عوام بلکہ فہمِ خواص ہم ازاں قاصر است، باید دانست کہ در تجلی ذاتی دائمی سہ مرتبہ اثبات کردہ اند، مرتبہ اولی را کمالات نبوت قرار دادہ اند، چنانچہ بیاں آں کردہ شد، و دریں جا مراقبہ ذاتے کہ منشاء کمالات نبوتست می فرمایند، ومرتبہ ثانیہ را کمالات رسالت

---

[1] یعنی صفات حضرت حق نہ عین ذاتند و نہ غیر آں، غیر اینجا بمعنے مبائن گفتہ اند فافہم۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

اور بساطت اور بیرنگی کے باوجود جب اس مقام کا پورا پورا انکشاف حاصل ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام تو بالکل نظر کے روبرو ہی تھا۔ اُس وقت حیرانی بڑھ جاتی ہے کہ باوجود محاذی وقریب تر ہونے اس مقام کے اتنی مدت تک کیوں نہیں نظر آتا تھا۔ اور ہم نے کیوں نہیں آنکھیں کھولیں۔ اور اپنے مقصود کو لطائف عالم امر کے کوچوں میں کیوں تلاش کرتے رہے۔ طرفہ تر یہ کہ اس مقام کے حصول کے واسطے صوفیہ میں جو اذکار معمول ہیں، کچھ بھی مفید نہیں۔ ہاں البتہ قرآن مجید کی باترتیل تلاوت اور باآداب نماز کی ادائیگی اور جو افکار حدیث شریف سے ثابت ہیں، یہ سب اس مقام میں ترقی بخش ثابت ہوئے ہیں۔ علم حدیث کے شغل اور حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنن کی اتباع سے اس مقام میں ایک طرح کی قوت اور نورانیّت پیدا ہوتی ہے، اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے راز کی حقیقت اس دائرہ میں منکشف ہوتی ہے۔ اگرچہ ہر سابق مقام میں اس معرفت کا توہّم تو ضرور پیدا ہوا تھا، مگر وہاں پر معاملہ صرف ظلال یا صفات ہی کے ساتھ تھا، اور یہاں پر تو خود حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ ہے۔ اس معاملہ کی تفصیل تو کچھ اس نافہم قاصر کے فہم میں آئی ہے، لکھی جاتی ہے۔ ہوش کے کان سے سنیں۔ سالک کو صفات واجبی میں جب کَمَا یَنْبَغِیْ فنا و بقا حاصل ہوگی اور صفات کو تو حضرت ذات کے ساتھ قرب لاعین اور لاغیر حاصل ہے اور سالک نے اس فنافی الصفات کی وجہ سے اس قرب کا حصہ لے لیا ہے تو سالک اب خواہ مخواہ قرب قاب قوسین کا قائل ہوگا۔ اور جب سالک مرتبہ حضرت ذات میں فانی ہوگا، اور اُس مرتبہ میں بقا بھی حاصل کرے گا، تو اب لامحالہ قرب اوادنیٰ کے حصول کا مدعی ہوگا۔ اب رہی اس معاملہ کی پوری پوری حقیقت، سو اُس کا انکشاف کشف ہی سے ممکن ہے، تقریر وتحریر میں تو ہرگز آ ہی نہیں سکتا۔ اگر کچھ کہا بھی جائے تو خدا جانے کوئی کیا سمجھے (لہٰذا اتنے ہی پر کفایت کی جاتی ہے)۔ باقی رہا سِرِّ دَنٰی فَتَدَلّٰی، جو اِس مقام میں مکشوف ہوتا ہے وہ تو اُس مقام (قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی) سے بھی زیادہ نازک ہے، لہٰذا اُس کے بیان کے میدان سے عنانِ قلم پھیری جاتی ہے، کیونکہ عوام کا فہم بلکہ خواص کا بھی اس سے قاصر ہے۔ جاننا چاہیے

قرار دادہ اند، ودر ینجا مراقبۂ ذاتے کہ

منشاء کمالات رسالت ست، می فرمایند وفیض ایں مقام بر ہیئت وحدانی سالک مے آید و ہیئت وحدانی عبارت از مجموع عالم امر و عالم خلق ست، کہ بعد تصفیہ وتزکیہ ہرکدام راہیئتے دیگر پیدا شدہ

دائرہ
کمالات
رسالت

است مثلاً چنانچہ شخصے خواہد، کہ معجونے از اَدویہ چند مختلف التاثیر درست سازد، اوّل ہر یک راازاں اَدویہ جدا جدا کوفتہ وبیختہ می نہد، من بعد ہمہ ادویہ رادر قوام قند یا عَسل جمع می سازد و اَدویہ مذکورہ ہیئتے دیگر وخواص دیگر پیدا کردہ، معجون نام می یابد ہم چنیں لطائف عشرہ سالک یک ہیئت دیگر پیدا کردہ دریں مقام و مقاماتِ فوقانی عروجاتِ کثیرہ می فرمایند، ودر ماہ ذی الحجہ از عام مذکور حضرت پیر دستگیر بر ہیئتِ وحدانی ایں غلامِ خود توجہ کردند، وہم چنیں در ہر مقامِ فوقانی الٰی اخر المقامات المجددیہ یک یک ماہ توجہ فرمودند، وفیضے از کمالاتِ رسالت ورود فرمودہ ودریں مقام کثرتِ انوار خود از مقام سابق ووُسعت ہا وبے رنگیہا ورود فرمودند، نسبتِ ایں مقام بمقام سابق و ہم چنیں نسبت ہر مقامِ فوقانی با مقام تحتانی چوں نسبتِ مغز با پوست ست، بعد ازیں در

مرتبہ ثالثہ کہ عبارت از کمالات الوالعزم ست توجہ فرمودند، وفیض ایں مقام در کمال علو وکثرت انوار بر ہیئت وحدانی وارد شد، دریں جا مراقبہ ذاتے کہ منشاء کمالات الوالعزم ست می نمایند، دریں مقام کشفِ

دائرہ
کمالات
الوالعزم

اسرارِ مقطعات القرآنی[۱] ومتشابہات فرقانی منکشف می شود، وبعضے اکابر را محرمِ اسرارے

۱۔ مانند الم. ن. حم. المص. لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

کہ مشائخ کرام نے تجلی ذاتی دائمی میں ترتیب وار تین مرتبے ثابت کیے ہیں۔ پہلا مرتبہ کمالات نبوت کا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس امر کا بیان مذکور ہوا، اور اس مرتبہ میں ذات منشا کمالات نبوت کا مراقبہ کرتے ہیں۔ دوسرا مرتبہ کمالات رسالت کا ہے اور اس مرتبہ میں ذات منشا کمالات رسالت کا مراقبہ فرماتے ہیں، اور اس مقام کا فیض سالک کی مجموعی ہیئت وحدانی پر وارد ہوتا ہے، اور ہیئت وحدانی سے عالم امر و عالم خلق کا مجموع من حیث ھو مراد ہے، جو ہر ایک کے تصفیہ و تزکیہ کے بعد ان دونوں کی ایک دوسری مجموعی ہیئت پیدا ہو گئی ہے۔ جیسے مثلاً کوئی شخص چاہے کہ مختلف التاثیر چند دواؤں سے ایک معجون مرکب تیار کرے تو پہلے اُن میں سے ہر ایک دوا کوٹ چھان کر رکھ لیتا ہے۔ بعدازاں تمام کو قند یا شہد کے قوام میں ملا کر حل کر دیتا ہے۔ اب تمام مذکورہ اَدویہ ایک دوسری ہیئت اور دوسرے خواص پیدا کر کے ایک خاص معجون کے نام سے موسوم ہوتی ہیں۔ ایسے ہی سالک کے لطائف عشرہ ایک دوسری صورت و شکل پیدا کر کے اس مقام اور مقامات فوقانی میں کثرت کے ساتھ عروج حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی سال کے ماہ ذی الحجہ میں حضرت پیر دستگیر نے اپنے اس غلام کی ہیئت وحدانی پر توجہ فرمائی، اور اسی طرح ہر مقام فوقانی میں یکے بعد دیگرے مقامات مجددیہ کے آخر تک ایک ایک ماہ توجہ دیتے رہے، اور کمالات رسالت سے فیض وارد ہوتا رہا۔ اور اس مقام میں بہ نسبت مقام سابق اپنے انوار کثرت کے ساتھ اور وسعت و بیرنگی بھی بکثرت وارد فرمائی۔ اس مقام کی نسبت اپنے سابق مقام سے اور ایسے ہی ہر مقام فوقانی کی نسبت مقام تحتانی کے ساتھ ایسی ہے جیسے مغز کی نسبت پوست اور چھلکے کے ساتھ۔ بعدازاں تیسرے مرتبہ یعنی کمالات الوالعزم میں حضرت پیر دستگیر نے توجہ فرمائی اور اس مقام کا فیض اپنی کمال بلندی اور کثرت کے ساتھ ہیئت وحدانی پر وارد ہوا۔ اس جگہ ذات منشا کمالات الوالعزم کا مراقبہ کرتے ہیں۔ اور اس مقام میں مقطّعات و متشابہات قرآنی کے اَسرار کھلتے ہیں۔ اور بعض بزرگوں کو تو اِن اسرار کا محرم راز بنا دیا جاتا ہے، جو محبّ و محبوب کے درمیان ہو گزرے ہیں۔ اور حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کے باعث آنجناب

کہ درمیانِ محبّ ومحبوب گذشتہ است می سازند، وبواسطۂ اتباع حبیب خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ازالوش خاص آنجناب عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ نصیبہ عطا می فرمایند وقتیکہ دریں مقام حضرت پیر دستگیر ایں غلام خود را بتوجہ مخصوصہ خود سرفراز ساختند دراں ایام ایں بدنام را اَسرارِ یک حرفے ازاں حروف کہ غالبًا آں حرف ص ست یا حرف دیگر، دروقت تحریر دریاد بندہ نماندہ مکشوف شدہ بود، بیانِ آں اَسرار درخورِ حوصلہ بشر ممکن نیست اگر گوید متکلّم را تاب نماند و مستمع از ہوش رود، واگر بر تقدیر[1] تسلیم چیزے خواہد، کہ بیان نماید، عبارتے از برائے بیان آں اسرار از کجا پیدا آید، کہ تقریر کند واگر ایں اَسرار ممکن الاظہار می بودند، البتہ امام الطریقہ حضرت مجدد الف ثانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ چیزے ازاں اسرار ارشادمی فرمودند، ایں کمینہ درویشاں بلکہ ننگ وعار ایشاں راچہ میرسد، کہ نام ایں چیزہا بگیرد، لیکن برائے اظہار شکر جناب الٰہی جل شانہٗ واحسان حضرت پیر دستگیر مدظلہم العالی ایں چنیں گفتگو در تحریر آمدہ باید دانست، کہ از وقتیکہ[2] معاملہ باطن بہ ہیئت وحدانی مے افتد، ترقی باطن محض بہ تفضّل می شود کہ ہیچ عمل را دخل نمی ماند، اگرچہ در جمیع مقامات بے فضل الٰہی جل شانہٗ از ہیچ عمل ترقی ممکن نیست، لیکن اعمال مانند اسباب ہستند امّا دریں مقامات ایں اسباب را ہم دخلے نیست اگرچہ در ازالہ کدوراتِ بشری ذکر اثر تمام دارد، لیکن برائے ترقی باطن نتیجہ نمی بخشد، مثلاً ہرگاہ مشغول بذکر اسم ذات یا نفی واثبات یا تہلیل لسانی می شود، می بیند، کہ دریں مقامات آں ذکر نمی رسد، و در راہ بیماند، مگر وقتیکہ لفظ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ باتہلیل ضم کردہ می شود، و درودِ باو ضم کردہ می خواند، البتہ قوتے در مقاماتِ

۱۔ یعنی بر تقدیر تسلیم تاب متکلم وہوش مستمع۔

۲۔ یعنی از آغاز کمالات رسالت۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالٰی

علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام کے خاص پس خوردہ میں سے حصہ عطا فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب حضرت پیر دستگیر نے اپنے اس غلام کواس مقام میں اپنی مخصوص توجہ کے ساتھ سرفراز فرمایا، انہی دنوں میں اس بدنام (مصنف رسالہ) پر ان حروف میں سے ایک حرف کے اسرار مکشوف ہوئے۔ غالباً وہ حرف ص ہے، یا کوئی اور، تحریر کے وقت مجھے یاد نہیں رہا۔ ان اسرار کے بیان کی گنجائش بشر کے حوصلہ میں نہیں ہے۔ اگر بیان میں آئیں بھی تو متکلّم بے تاب اور سامع بیہوش ہو جائے۔ اور بر تقدیر تسلیم اگر کچھ بیان کرنا بھی چاہے تو ان اَسرار کے بیان کے لیے وہ عبارت کہاں سے آئے جو اِن کو بیان کرے۔ اور اگر یہ اسرار ممکن الاظہار ہوتے تو البتہ امام الطریقہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اسرار میں سے ضرور کچھ نہ کچھ ارشاد فرماتے۔ یہ کمینہ درویش، بلکہ درویشوں کی ننگ و عار کو کیا حق حاصل ہے کہ ان چیزوں کا نام تک بھی لے۔ لیکن جناب الٰہی جل شانہٗ کے شکر اور حضرت پیر دستگیر مدظلہم العالی کے احسان کے اظہار کے واسطے ایسی گفتگو تحریر میں آئی۔ جاننا چاہیے کہ جس وقت سے باطن کا معاملہ ہیئت وحدانی کے ساتھ پڑتا ہے، تبھی سے باطن کی ترقی فقط تفضّل (فضل خداوندی) ہی سے وقوع میں آتی ہے۔ کسی عمل کا بھی اُس میں دخل نہیں رہتا، اگر چہ تمام مقامات میں فضل خداوندی کے بغیر کسی عمل سے بھی ترقی ممکن نہیں۔ مگر اعمال اسباب کی مانند تو ضرور ہی ہیں۔ ولیکن ان مقامات میں تو اسباب کا بھی کوئی دخل نہیں۔ دیکھو ذکر کو، اگر چہ کدورات بشری کے زائل کرنے میں پورا پورا اثر ہے، ولیکن باطن کی ترقی میں نتیجہ بخش واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً سالک جب ذکر اسم ذات یا نفی واثبات یا تہلیل لسانی کے ساتھ مشغول ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ان مقامات میں وہ ذکر نہیں پہنچتا، اور راہ ہی میں رہ جاتا ہے۔ مگر جب لفظ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تہلیل کے ساتھ ملائے اور درود بھی اُس کے ساتھ ملا کر پڑھے، تو البتہ مقامات فوقانی میں ایک نوع کی قوت پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ لفظ مبارک محمد رسول اللہ کی وسعت تہلیل کی نسبت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید کے سبب سے ان مقامات میں ترقیات واقع ہوتی ہیں۔ اور سالک جس مرتبہ میں پہنچتا ہے، قرآن مجید ہی کے

فو قانی دست میدہد، بلکہ وسعت لفظ مبارک محمد رسول اللہ از تہلیل زیادہ مفہوم می شود، و بواسطہ قرآن مجید ترقیات ایں مقامات حاصل می شود، و بہر مرتبہ کہ میرسد، بواسطۂ کلام مجید می رسد، باید دانست کہ از کمالاتِ الوالعزم بدو طرف سلوک کردہ می شود، و دریں امر اختیار مرشد ست، بہر طرف کہ خواہد، طالب را تسلیک فرماید، یک راہ بطرف حقائقّ الٰہیہ میرود، و آں عبارت از حقیقتِ کعبہ و قرآن و صلوٰۃ ست، و راہ دیگر بسوئے حقائق انبیاء ست عَلَيْهِمُ السَّلَامُ و آن عبارت از حقیقت ابراہیمی و موسوی و محمدی و احمدی ست عَلَيْهِمُ السَّلَامُ آنچہ بندہ را حضرت پیر دستگیر توجہ فرمودند اوّلاً بطرف حقائق الٰہیہ فرمودند، لہٰذا حقائق الٰہیہ را بر حقائق انبیاء مقدم ساختم و بذکر آں می پردازم۔

ذریعے سے پہنچتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ کمالات الوالعزم سے دوطرف راستہ جاتا ہے۔ اس میں مرشد کو اختیار ہے کہ طالب کو جس طرف چاہے اُسی طرف لے جائے۔ ایک راستہ تو حقائق الٰہیہ کی طرف جاتا ہے، یعنی حقیقت کعبہ وحقیقت قرآن وحقیقت صلوٰۃ کی طرف، اور دوسرا راستہ حقائق انبیاء علیہم السّلام کی طرف۔ اور حقائق انبیاء سے مراد حقیقت ابراہیمی و حقیقت موسوی وحقیقت محمدی وحقیقت احمدی علیہم السّلام ہے۔ حضرت پیر دستگیر نے اس غلام کو پہلے حقائق الٰہیہ کی طرف توجہ فرمائی، لہٰذا حقائق الٰہیہ کو حقائق انبیاء پر میں نے مقدم کیا، اور اُنہی کے بیان میں مشغول ہوتا ہوں۔

فصل

در بیان حقائق الٰہیہ[1] کہ عبارت از حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآن و حقیقت صلوٰۃ ست

از اتفاقات زمانہ در آخر محرم الحرام ۱۲۲۶ھ[2] وقتیکہ راقم را تا بکمالاتِ اولی العزم توجہ شدہ بود، عزیمتِ رام پور اختیار کردم، و در ماہ جمادی الثانی از سالِ مسطور باز حاضر حضور پرنور گردیدم از ابتدائے ماہ رجب توجہ در حقیقت کعبہ فرمودند دریںجا عظمت و کبریائی حضرت حق سبحانہٗ مشہود شد، و ہیبتے بر باطن من مستولی گردید، دریںجا مراقبہ ذاتیکہ مسجود ممکنات ست می فرمایند، و بعداز چندروز فنا و بقا بایں مرتبہ مقدسہ حاصل شد، خود را متصف بایں شان یافتم، و توجہ ممکنات بجانب خویش دانستم، اگرچہ در مرتبۂ کمالات بیرنگی ہائے بسیار حاصل بود و دریں مقامات[3] آں مقدار نیست، لیکن علو و وسعت نسبت باطن بیش از بیش ست، و در حقائق انبیاء باایں ہمہ علو و وسعت از حقائق الٰہیہ ہم بیرنگی کمترست، سرّش آنچہ بخاطر فاتر بندہ میرسد، آنست کہ چونکہ سالک را فنا و بقا بمرتبہ ذات بحت میسر شد، و متخلّق باخلاق آں

دائرہ
حقیقت
کعبہ ربّانی

۱۔ میگویند، کہ کمالات دررنگ دریاست، و حقائق امواج آن دریا۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ یعنی یک ہزار و دوصد و بست شش۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

۳۔ یعنی حقائق الٰہیہ ثلثہ مذکورہ۔

فصل

حقائق الٰہیہ یعنی حقیقت کعبہ اور حقیقت قرآن اور حقیقت صلوٰہ کے بیان میں

اتفاقاً محرم الحرام سن بارہ سو چھبیس ہجری کے آخر میں، جب کہ راقم الحروف (مصنف) کو حضرت پیر دستگیر نے کمالات الوالعزم تک توجہ فرمائی تو رام پور کا میں نے قصد کیا، اور اسی سال کے ماہ جمادی الثانی میں پھر حضور پُر نور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ماہ رجب کے شروع میں حقیقت کعبہ میں توجہ فرمائی۔ اس جگہ حضرت حق سبحانہٗ کی عظمت و کبریائی مشہود ہوئی، اور میرے باطن پر ایک عظیم الشان ہیبت طاری ہوئی۔ اس مقام میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو تمام ممکنات کی مسجود ہے، اور اس کے بعد چند ہی روز میں اس مرتبہ مقدسہ میں فنا و بقا حاصل ہوئی۔ میں نے اپنے آپ کو اس شان سے موصوف پایا اور تمام ممکنات کی توجہ اپنی طرف دیکھی۔ اگرچہ کمالات کے مرتبہ میں بہت سی بیرنگیاں حاصل تھیں، اور ان مقامات میں اس قدر نہیں ہیں، لیکن نسبت باطن کی بلندی و وسعت زیادہ سے زیادہ ہے۔ اور حقائق انبیاء میں باوجود اس تمام بلندی و وسعت کے حقائق الٰہیہ سے بیرنگی بھی بہت کم ہے۔ اس کا راز بندہ کے ناقص خیال میں جو کچھ آتا ہے، وہ یہ ہے کہ سالک کو اس مقام پر فنا و بقا مرتبہ ذات بحت میں حاصل ہوتی ہے، اور سالک اس مرتبہ مقدسہ کے اخلاق کے ساتھ متخلق (موصوف) بھی ہو جاتا ہے، تو بالضرور سالک کی مدرکہ (ذہن) میں ایک نوع کی ایسی قوت تو پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کے باعث فوقانی نسبتوں کا ادراک تو کر لیتا ہے مگر اس کی وجہ سے ان فوقانی مقامات کی بیرنگی کو دریافت نہیں کر سکتا۔

مرتبہ مقدسہ گردید لاجرم در مدرکہ نیز قوتے بہم میرسد، کہ بآں ادراک نسبت ہائے فوقانی می کند، ازیں باعثِ بیرنگی آں مقامات دریافت نمی کند۔

مصرع

کہ رستم را کشد ہم رخش[1] رستم

چہ نسبت کمالات بانسبت ہائے فوقانی از یک جنس معلوم می شود، اگرچہ مناسبت درصورت باشد، و درنسبت کمالات بیرنگی ازاں امر بود، کہ سالک را از پیش (یعنی در ولایت فنا و بقا) بمرتبۂ صفات وشیونات حاصل شدہ بود، ہمانقدر قوتے در مدرکہ او حاصل بود، لہٰذا ادراک مرتبہ حضرت ذات خیلے دشوار بود، چہ کمالات ولایت از مرتبہ دیگر حاصل بود، وکمالاتِ مرتبۂ نبوت از بابِ دیگرست، کہ باہم ہیچ مناسبتے ندارند اگرچہ مناسبت صوری باشد، وآنچہ بعضے اکابر مرتبہ ولایت راظل[2] مرتبہ نبوت فرمودہ اند، نزدِ فقیر ایں سخن ثابت نشدہ وآنچہ من دریافتہ ام در ہیچ امر فیما بین اینہا نسبتے نمی یابم، و مرتبہ کمالات را بایں حقائق نسبتے ثابت ست، بلکہ محققاں[3] فرمودہ اند، کہ حقائق نسبت بکمالات مانند امواج اند، معنی ایں سخن آں باشد، کہ چونکہ در کمالات ظہور تجلیات ذاتی دائمی ست، لاجرم ہر نسبتے کہ فوقانی ست، خارج از مرتبہ ذات نمی تواں شد، پس اطلاق لفظ امواج راست آمد، وآنچہ درادراک ایں ناقص العقل آمدہ است ونسبتِ حقائق[4]

۱۔ بالفتح رنگ سپید وسرخ درہم آمیختہ، وچوں اسپ رستم ہمیں قسم رنگ داشت ازیں جہت اسپ رستم رارخش گفتندے، ومجازاً ہراسپ رارخش گویند۔ غیاث لمصحح سلمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ یعنی فیما بین کمالات ولایت وکمالات نبوت نسبت ظلیت واصلیّت فہمیدہ اند نزدِ فقیر الخ۔

۳۔ یعنی محققان آں نسبت اجمالیہ رابمرتبہ تفصیل آوردہ فرمودہ اند، کہ حقائق الخ۔ لمصحح سلمہ اللہ تعالیٰ

۴۔ یعنی آں ست، کہ درنسبت حقائق الخ۔ لمصحح سلمہ اللہ تعالیٰ

مصرع

رستم پہلوان کو رستم ہی کا گھوڑا اُٹھا سکتا ہے۔

(فوقانی نسبتوں کے ادراک کی وجہ یہ ہے) کہ کمالات کی نسبت اور فوقانی نسبتیں ایک ہی جنس کی معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ جنسیّت ومناسبت صورت ہی صورت میں کیوں نہ ہو۔ بلکہ کمالات کی نسبت میں اسی وجہ سے بیرنگی حاصل تھی کہ سالک کو اس سے قبل (یعنی مرتبہ ولایات میں) فنا و بقا صرف صفات وشیونات کے مرتبہ ہی میں حاصل ہوئی تھی، اور اس کی مدرکہ میں قوت بھی اسی قدر پیدا ہوئی تھی، لہٰذا حضرت ذات کے مرتبے کا ادراک اس پر بہت ہی دشوار تھا، اس لیے کہ ولایت کے کمالات اور مرتبہ سے حاصل ہوئے تھے، اور مرتبہ نبوت کے کمالات اور قسم سے ہیں۔ یہ دونوں آپس میں کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے، اگرچہ صوری ہی مناسبت کیوں نہ ہو۔ اور بعض اکابر کا یہ قول کہ مرتبہ ولایت مرتبہ نبوت کا ظل ہے، فقیر (مصنف رسالہ ہٰذا) کے نزدیک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اور جو کچھ میں نے دریافت کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ان دونوں میں باہم کوئی نسبت بھی متحقق نہیں، ہاں البتہ مرتبہ کمالات وحقائق الٰہیہ ثلاثہ کے مابین ایک نوع کی نسبت ثابت ہے، بلکہ بعض محققین فن نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ حقائق الٰہیہ کمالات کی بہ نسبت ایسی ہیں جیسے دریا کی موجیں۔ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ چونکہ کمالات میں ذاتی دائمی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے تو لامحالہ ہر فوقانی نسبت مرتبہ ذات سے کسی طرح باہر نہیں ہوسکتی۔ اسی وجہ سے لفظ امواج کا اطلاق یہاں پر بالکل صحیح ہے۔ اور اس بارے میں جو کچھ مجھ ناقص العقل کے فہم وادراک میں آیا ہے، وہ یہ ہے کہ حقائق کی نسبت میں وہ اشیاء ظاہر ہوتی ہیں جو کمالات کی نسبت میں ظاہر نہیں۔ مثلاً کعبہ معظّمہ کی حقیقت میں عظمت وکبریائی اور تمام ممکنات کی مسجودیت اس طرز پر ظہور کرتی ہے کہ اس کے ادراک میں عقل بھی عاجز اور لنگ رہ جاتی ہے۔ اور میں معلوم کرتا ہوں کہ اس عالی مرتبہ کا حصول مرشد کی ان مقامات میں توجہ کرنے کے بغیر نہایت ہی دشوار ہے، اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ. اور جب حضرت پیر دستگیر نے قرآن مجید کی حقیقت میں توجہ فرمائی تو میں نے مراقبہ میں

چیز ہا ظہور می کند، کہ در نسبت کمالات آن ظہور نیست، مثلاً در حقیقت کعبہ معظّمہ ظہور عظمت و کبریائی و مسجودیت آں مر ممکنات را بہ نحوے ظہور می فرماید کہ عقل در ادراک آں لنگ و عاجز می ماند، و می یابم کہ حصولِ ایں مرتبہ متعالیہ بدوں توجہ مرشد دراں مقامات متعذر ست اِلّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہ تَعَالٰی وچوں حضرت پیر دستگیر در حقیقتِ قرآن مجید توجہ فرمودند، در معاملہ معاینہ نمودم کہ دروں آں سرا وقات عظمت و کبریائی جائے یافتم و در عالم مثال چناں دیدم، کہ گویا بر بامِ خانہ کعبہ برآمدہ ام، آنجا زینہ نہادہ اند، کہ ازاں زینہ عروج فرمودہ، داخل

دائرہ حقیقت قرآن

حقیقت قرآنی شدم وآں عبارت از مبدا وسعت بیچونی حضرت ذات ست، ووسعت حضرت ذات ازیں مقام شروع می شود، واحوالے ظاہر می گردد کہ شبیہ بوسعت ست، والّا اطلاق لفظ وسعت در آنجا از تنگی میدان عبارت ست وسر شگفتن غنچہ دہن محبوب حقیقی ایں جا دریافت میگردد، فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْن بواطن کلام اللہ دریں مقام می گردد، ہر حرفے را از حروفِ قرآنی دریائے یافتم بے پایاں کہ موصل کعبہ مقصود ست مگر نکتہ عجب تر بشنو، کہ بایں ہمہ قصص مختلفہ و اوامر ونواہی متبائنہ در وقت قرأت چیز ہا ظہور می کند و اسرارے بمیان می آید، وقدرت او تعالیٰ وحکمتِ بالغہ حق سبحانہٗ ظاہر می گردد، کہ برائے تعلیم وتفہیم ہمہ عوام قصص وحکایاتِ انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَامُ ذکر فرمودہ است و برائے ہدایت بنی آدم احکام شریعت ارشاد کردہ و در بطون ایں حروف چہ کیفیات وچہ معاملات ست حیرت بر حیرت مے،فزاید و در ہر حرفے بشانے خاص ظہور می فرماید ودلہائی جان بازاں را در صید می آرد، خوش گفت۔ بیت:

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں   بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

معائنہ کیا کہ عظمت و کبریائی کے سراوقات (شاہی پردوں) کے اندر میں نے جگہ پائی۔ اور میں نے عالم مثال میں ایسا دیکھا کہ گویا میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا ہوں اور وہاں پر ایک زینہ رکھا ہے۔ میں اس زینہ سے حقیقت قرآنی میں داخل ہوگیا اور حقیقت قرآنی سے مراد حضرت ذات کی بیچونی و بے کیفی کی وسعت و فراخی کا ابتدائی مرحلہ ہے اور حضرت ذات کی وسعت اسی مقام سے شروع ہوتی ہے، یعنی وہ حالات و کیفیات ظاہر ہوتے ہیں جو وسعت کے شبیہ ہیں۔ ورنہ لفظ وسعت کا اطلاق اس جگہ عبارت و الفاظ کے میدان کی تنگی کی وجہ سے ہے، اور محبوب حقیقی کے غنچہ دہن کا کھِلنا اسی مقام میں معلوم ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو، اور کلام اللہ کے بطون (مخفی راز) اسی مقام میں ظاہر ہوتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم کا ایک ایک حرف دریائے بے کنار پایا، جو کعبہ مقصود تک موصل (پہنچانے والا) ہے۔ ایک اور عجیب تر نکتہ سنو کہ باوجود اِن تمام مختلف قصص و حکایات کے اور متبائن اوامر و نواہی کے قرأت کے وقت اقسام اقسام کے اشیاء اور انواع انواع کے اسرار کھلتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے اسرار بالغہ معرضِ ظہور میں آتے ہیں۔ دیکھو تمام عوام کی تعلیم و تفہیم کی خاطر تو قصص و حکایات انبیاء علیہم السّلام کے ذکر فرمائے گئے ہیں اور بنی آدم کے ارشاد و ہدایت کے واسطے احکام شریعت ارشاد کیے گئے، اور قرآن کریم کے حرفوں کے باطن میں کیا کیا کیفیتیں اور کیسے کیسے معاملے موجود ہیں کہ حیرت پر حیرت بڑھتی ہے۔ ہر ہر حرف میں ایک خاص شان کے ساتھ ظہور فرماتا ہے اور جانبازوں کے دل کا شکار کرتا ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

بیت

نہ اس کے حسن کی کوئی غایت ہے، نہ سعدی کے سخن کی نہایت، استسقا والا تو پیاسے کا پیاسا ہی مر جائے اور دریا ویسے کا ویسے ہی رہے۔

در وقت قرآن مجید لسانِ قاری حکم شجرہ موسوی پیدا می کند و برائے قرأتِ قرآن تمام قالب زبان می گردد، وعلو نسبت اینجا بمشابہ ایست کہ نسبتِ کمالات باایں ہمہ علو و وسعت بلکہ حقیقت کعبہ معظّمہ باایں عظمت و کبریائی در تحت مشہود میگردد و دریں جا مراقبہ مبداء وسعت بیچوں حضرت ذات می فرمایند، و موردِ فیض ایں مقامات ہیئت وحدانی سالک است، بعدازیں حضرت پیر دستگیر در دائرہ حقیقت صلوۃ توجہ فرمودند،

دائرہ
حقیقت
صلوٰۃ

دریں دائرہ کمالِ وسعتِ بیچون حضرت ذات مشہود گردیدہ از وسعت و علو ایں مقام چہ وا نماید، کہ حقیقت قرآن مجید یک جزو اوست، و جزو دیگر حقیقتِ کعبہ است از کیفیات و واردات ایں مقام چہ گوید، و اگر گوید کیست کہ فہم نماید خوش گفت:

بیت

بطرازِ[1] دامنِ ناز اوچہ ز خاکساری مارسد
نہ زد آنمژہ بہ بلندی کہ زگرد سرمہ و عارسد

دریں جا مراقبۂ کمالِ وسعت بیچوں حضرت ذات می فرمایند، سالکے کہ ازیں حقیقتِ مقدسہ خطے یافتہ دارادائی وقت صلوٰۃ گویا ازیں نشاءہ می برآید و دنشاہ اخروے می درآید، وشبیہ رویت اخروی حاصل می نماید، در وقت[2] تحریمہ دست از ہر دو جہاں شستہ و ہر دو جہاں راپس پشت انداختہ اَللّٰـہُ اَکۡبَرُ ویاں در حضور حضرت سلطان ذیشان جل شانہٗ حاضر می شود، وپیش ہیبت و عظمت و کبریائی آنحضرت جل جلالہٗ خود را متبذّل و

۱۔ طراز بکسر نقش ونگار ہر چیز ونقش وعلم جامہ وبمعنے سنجاف۔غیاث

۲۔ تفصیل ماقبل ست بایں نہج کہ در وقت تحریمہ الخ۔لمصحح سلمہ اللہ تعالیٰ

قرآن مجید کی قرأت کے وقت قاری کی زبان شجرہ موسوی کا حکم پیدا کرتی ہے، اور قرآن مجید کی قرأت کے وقت سارا قالب (بدن) زبان ہی زبان ہو جاتا ہے، اور نسبت کی بلند اس جگہ تو اس درجہ کی ہے کہ کمالات کی نسبت باوجود اس اپنی تمام علو وسعت کے، بلکہ حقیقت کعبہ معظّمہ باوجود اس عظمت و کبریائی کے حقیقت قرآن کے تحت میں مشہود ہوتی ہے، اور اس مقام میں بیچوں حضرت ذات کی وسعت کے مبداء کا مراقبہ کرتے ہیں۔ اور ان مقامات کے فیض کا محل ورود سالک کی ہیت وحدانی ہی ہے۔ زان بعد حضرت پیر دستگیر نے دائرہ حقیقت صلوٰۃ میں توجہ فرمائی۔ اس دائرہ میں بیچوں حضرت ذات کی کمال وسعت مشاہدہ میں آئی۔ اس مقام کی وسعت اور بلندی کا کیا حال بیان کرے، مگر اس قدر تو ضرور جان لو کہ حقیقت قرآن مجید اس کا ایک جزو ہے اور دوسرا جزو حقیقت کعبہ ہے۔ اس مقام کے واردات و کیفیات کی کیا وصف بیان کرے، بالفرض اگر کچھ بیان کرے بھی تو کون سمجھے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

بیت

اس کے دامن ناز کے سنجاف تک ہماری خاکساری و نیازمندی کی رسائی کہاں، اس نے اپنی آنکھ کی پلک اتنی بلندی پر نہیں جھپکی کہ اس کے سرمہ کے گرداگرد ہماری دعا ہی کی رسائی ہو جائے۔

اس مقام میں حضرت ذات بیچوں کی کمال وسعت کا مراقبہ کرتے ہیں، جس جس سالک نے اس مقدس حقیقت سے کچھ بھی حظ حاصل کیا ہے، وہ گویا ادائے نماز کے وقت عالم دنیا سے نکل کر عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے اور رویت اُخروی کے مشابہ حالت حاصل کر لیتا ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں جہاں سے ہاتھ اُٹھا اور دونوں جہاں پس پشت ڈال کر اَللّٰـهُ اَكْبَرُ کا نعرہ لگاتا ہوا حضرت سلطان ذی شان جل شانہٗ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ اور بارگاہِ جل جلالہ کی عظمت و کبریائی کی ہیبت کے آگے اپنے آپ کو ذلیل و ناچیز خیال کر کے محبوب حقیقی پر قربان ہوئے جاتا ہے، اور قرأت کے وقت موہوب وجود

لاشی محض دانستہ، قربان محبوبِ حقیقی می گرداند و در وقت قرأت بوجود موہوب کہ لائق آنمرتبہ است موجود گردیدہ تکلّم با حضرت حق سبحانہٗ ومخاطب از آنجناب مقدس می شود بسان او گویا شجرہ موسوی می گردد،[1] کَمَا مَرَّ اٰنِفًا فِیْ حَقِیْقَۃِ الْقُرْاٰن وقتیکہ برکوع میرود، وغایت خشوع می نماید، بمزید قرب ممتاز می شود و در وقت قرأت تسبیح بکیفیتے دیگر مشرف می گردد، لاجرم برایں نعمت تحمید گویاں قومہ می نماید، و باز در حضورِ حضرت حق راست می ایستد، وسرّ در ادائے قومہ آنچہ درفہم قاصر بندہ می درآید، آنست کہ چونکہ قصد ادائے سجود دارد، پس از قیام بسجو د رفتن موجب مزید تذلّل وانکسار است از انکہ از رکوع بسجود در رود وقربیکہ درحینِ ادائے سجود حاصل می شود چہ بیان نمودہ شود، کہ عقل در ادراکِ آں عاجز وقاصر ست، مفہوم می گردد کہ خلاصہ ہمہ نماز سجود ست، اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلٰی قَدَمَیِ اللّٰہِ حدیث شریف است وآیۃ کریمہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ایمائے بایں قرب می فرماید، خوش گفت:

بیت

سر در قدمش بروں ہر بار چہ خوش باشد
راز دلِ خود گفتن با یار چہ خوش باشد

وچوں دریں قرب توہّم آں شدہ بود، کہ عنقا[2] بدام افتاد، باز تکبیر گویاں در جلسہ بہ نشست یعنی[3] اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِنْ اَنْ اَعْبُدَہٗ حَقَّ عِبَادَتِہٖ وَاَقْرُبَ اِلَیْہِ حَقَّ قُرْبِہٖ ودر

۱۔ چنانچہ دربیان حقیقت قرآن مجید عنقریب گذشتہ۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

۲۔ یعنی مطلوب حقیقی رایافتم وبمراد خود رسیدم۔

۳۔ یعنی معنی ایں تکبیر چنیں خیال کند وفہمہ کہ اللہ تعالیٰ برترست ازینکہ پرستم او را سزاوار پرستیدن او ونزدیک شوم باو چنانکہ شاید وباید دررنگ آنکہ گفتہ اند مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ.

سے، جو اس مرتبہ کے لائق ہے، موجود ہو کر حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ متکلّم اور اس جناب سے مخاطب ہوتا ہے۔ اس کی زبان گویا موسوی شجرہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ ابھی ابھی حقیقت قرآن میں اس کا ذکر ہوا۔ جب رکوع کرتا ہے اور غایت درجہ کا خشوع بھی تو بالضرور زیادہ قرب کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے۔ اور تسبیح کرنے کے وقت ایک اور خاص کیفیت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پھر اب تو خواہ مخواہ حمد و ثنا کرتا ہوا قومہ کرتا ہے اور دوبارہ حضرت حق کے حضور میں برابر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور قومہ کرنے میں میرے فہم ناقص میں یہ راز ہے کہ چونکہ اب ادائے سجود کا ارادہ کرتا ہے تو قیام سے سجدہ کی طرف جانے میں رکوع سے سجود کی جانب جانے کی نسبت تذلّل اور انکسار زیادہ ہے اور ادائے سجود کے وقت جو ایک خاص قرب حاصل ہوتا ہے، اُس کا کیا بیان کیا جائے۔ اس کے ادراک میں تو عقل بھی عاجز و قاصر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ساری نماز کا خلاصہ سجود ہی سجود ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سجدہ کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے دو قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ اور آیہ کریمہ: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (اور سجدہ کر اور نزدیک ہو) اسی قرب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

بیت

بار بار اُس کے قدموں پر سر رکھنا کیا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ یار سے اپنے دل کا بھید کھولنا کیا ہی خوش آتا ہے۔

اور چونکہ قرب سجود سے خیال ہوا تھا کہ عنقا (مطلوب حقیقی) دام میں آ پھنسا، لہٰذا اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہوا جلسہ میں بیٹھ گیا، یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ میں اُس کی کماحقہٗ عبادت کر سکوں اور كَمَا يَنْبَغِيْ اُس کا قرب حاصل کر لوں، اور اُسی سابق جرم کی جلسہ میں معافی مانگتا ہے کہ اَللّٰهُمَّ وَاغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ... پھر اور زیادہ قرب طلب کرنے کے واسطے دوبارہ سجدہ کرتا ہے۔ ازاں بعد تشہد میں بیٹھ کر اُس نعمت قرب کے احسان و انعام پر باری تعالیٰ کی جناب میں شکر و تحیات بجالاتا ہے۔ اور کلمہ شہادت کی یہ

جلسہ سوال مغفرت می کند، از جریمہ ایں توہّم[1] کہ ناشی شدہ بود، باز بجہت طلب مزید قرب بسجدہ میرود، و باز در تشہد نشستہ شکر و تحیات بجناب باری بر احسانِ ایں قرب بجا مے آرد، وکلمۂ شہادتین از جہت آنست کہ دولت ایں قرب بدوں تصدیق و اِقرارِ توحید و رسالت محال است باز درود می خواند، از جہت آنکہ ایں نعمت بہ طفیل وتبعیت آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حاصل گشتہ واختیار صلوٰۃ ابراہیمی برائے آنست کہ در حینِ ادائے نماز خلوتی با محبوب حقیقی دست دادہ بود و ندیمی خاص ومصاحبت بااختصاص کہ عبارت از منصب خلت ست، نصیب حضرت خلیل ست عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ گویا کہ از برکت ایں درود آں ندیمی را طلب مے کند فَافْهَمْ باید دانست، وقتیکہ در ادائے نماز سنن وآداب آں كَمَا يَنْبَغِيْ بجا آوردہ می شود مثلاً از آداب نماز است، کہ در وقت قیام جائے سجود را نظر دارد و در رکوع بر قدمین و در سجود بر پرۂ بینی و در قعود بر ہر دو زانو ہم چنیں ہمہ آداب را رعایت کند، البتہ حقیقت صلوٰۃ جلوہ می فرماید وآنکہ برائے حضور وجمعیت در قیام چشم بند کردہ متوجہ می شوند، ازیں چیزہا حضور لطائف البتہ پیدا می شود، لیکن برائے ظہور نسبت ہائے فوقانی حاجت بند کردن چشم نیست، بلکہ اینجا ہر حضور یکہ ہست، قالب راست وحضور قالب در رعایت آدابیکہ موافق سنت خواہد اُفتاد، البتہ خواہد شد، و بند کردن چشم در قیام نماز بدعت است، اگرچہ برائے حضور جائز داشتہ اند ہم چنیں در سماعت قرآن مجید اگر از شخصے خوش خوانے شنودہ می شود، نسبتِ ولایات ظہور می کند، واگر از شخص درست خوانے شنودہ می شود، نسبتِ حقائق فوقانی ظہور خواہد کرد، چہ بآوازِ خوش قلب را مناسبتے کلی ست لا جرم ظہور خواہد نمود، و چوں بصحتِ الفاظ وادائے حروف از مخرج وترتیلِ قرأۃ بخواند، اگرچہ خوش

---

[1] یعنی ایں کہ من حق را یافتم۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

وجہ ہے کہ یہ سارا قرب وغیرہ کا معاملہ توحید ورسالت کی تصدیق واقرار کے بغیر ناممکن ہے۔ پھر درود شریف اس واسطے پڑھتا ہے کہ یہ تمام نعمتیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی طفیل حاصل ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمی درود شریف اس وجہ سے اختیار کیا گیا ہے کہ ادائے نماز کے وقت محبوب حقیقی کے ساتھ خلوت میسر آتی ہے، اور خاص ہم نشینی اور باخصوصیت مصاحبت (منصب خلّت) تو صرف حضرت خلیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ہی کا حصہ ہے۔ گویا درود شریف کی برکت کے باعث اُسی ندیمی و ہم نشینی کو طلب کرتا ہے۔ خوب سمجھ لو۔ جاننا چاہیے کہ جب ادائے نماز میں اس کے سنن و آداب کماحقہٗ بجالائے جائیں تو البتہ اس وقت نماز کی حقیقت اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ مثال کے طور پر جان لو کہ نماز کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نمازی قیام کے وقت اپنی نظر سجدہ گاہ کی طرف رکھے، اور رُکوع میں قدموں پر، اور سجود میں ناک کے نرمہ پر، اور قعود (بیٹھنے) میں دونوں گھٹنوں پر۔ اس کی اور ایسے ہی تمام آداب کی بھی رعایت کرے۔ اور بعض لوگ جو حضور و جمعیت کے خیال سے قیام میں آنکھ بند کر کے متوجہ ہوتے ہیں، ان چیزوں سے لطائف کا حضور تو البتہ پیدا ہوتا ہے، مگر فوقانی نسبتوں کے حضور کے واسطے آنکھ بند کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس جگہ تو ہر قسم کا حضور قالب ہی کے واسطے ہے۔ اور قالب کا حضور اُن ہی کی آداب کی رعایت سے ہوگا جو سنت کے موافق ہوں۔ اور نماز میں آنکھ بند کرنا تو بدعت ہے، اگرچہ حضور کے خیال سے جائز رکھا گیا ہے۔ ایسے ہی قرآن مجید کی سماعت میں بھی اگر کسی خوش الحان سے سنا جائے تو ولایت کی نسبت ظہور کرتی ہے۔ اور اگر صحیح پڑھنے والے سے سنا جائے تو فوقانی حقائق کی نسبت ظہور کرے گی، کیونکہ خوش آوازی کے ساتھ دل کو پوری پوری مناسبت ہے، لہٰذا وہ مناسبت ظاہر ہوگی اور جب الفاظ کی صحت اور مخارج سے حروف کی ادائیگی اور قرأت کی ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے، گو خوش آوازی نہ ہو، تو خواہ مخواہ حقائق فوقانی جلوہ گر ہوں گی۔ ازاں بعد حضرت پیر دستگیر نے مقدس مرتبہ معبودیت صرفہ میں توجہ

دائرہ
معبودیت
صرفہ

آوازی نباشد، ناگریز آں حقائق جلوہ خواہد فرمود، بعدازاں حضرت پیر دستگیر در مرتبہ مقدسہ معبودیت صرفہ توجہ فرمودند ایں جا قدم را گنجائش نماند، و سیر قدمی تمام شد، کہ آں در مقاماتِ عابدیت بود، لیکن بعنایت الٰہی نظر را موقوف نساختند، و سیر نظری می شود:

ع بلا بودے اگر ایں ہم نبودے

چوں بندہ را دریں مقامِ عالی توجہ فرمودند در معاملہ دیدم، کہ در مقامی ہستم فوق آں مقام مقامی بس عالی و متعالی و بیرنگ ظہور فرمود، و ہرچند خواستم، کہ درآں مقام بردم، میسر نشد. آنوقت معلوم گردید، کہ ایں مقام معبودیت صرفہ است، کہ قدم را آنجا گنجائشی نیست، مگر نظر تا ہر کجا کہ تماشا کند، خوش گفت:

بیت

ما تماشا کنانِ کوتہ دست
تو درختِ بلند بالائی

و سر معنی کلمہ طیبہ لَا مَعۡبُوۡدَ اِلَّا اللّٰہ اینجا جلوہ گر گردید، ظاہر شد کہ فی الحقیقت استحقاقِ عبادت بہر نوعی کہ باشد، غیر از حضرت احدیت مجردہ کسی ندارد، اگرچہ اسما و صفات باشند، چہ جائے آنکہ ممکنات لیاقت ایں امر داشتہ باشند کَانَ مَنۡ کَانَ حقیقت شرکت دریں جا نمی ماند، و از بیخ و بن کندہ میرود بدانکہ سیر حقائق الٰہیہ تا اینجا بود، الحال بیانِ حقائق انبیاء عَلَیۡہِمُ السَّلَام نمودہ می شود بگوش ہوش استماع فرمایند۔

فرمائی۔ اس مقام میں قدم کی گنجائش بالکل نہیں ہے، اور قدمی سیر تمام ہو چکی، کیونکہ وہ عابدیت ہی کے مقام تک تھی۔ لیکن خدا کی عنایت و مہربانی سے نظر کو موقوف نہیں کیا گیا، اور سیر نظری ہوتی رہتی ہے۔

مصرعہ:

اگر یہ بھی نہ ہوتا پھر تو بڑی بھاری آفت تھی۔

پھر جب حضرت پیر دستگیر نے اپنے غلام کو اس عالی مقام میں توجہ فرمائی تو معاملہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک مقام میں ہوں، اُس سے اوپر کی جانب ایک بہت بڑا بلند بیرنگ مقام ظاہر ہوا، میں نے ہر چند اُس مقام میں پہنچنا چاہا، مگر نہ ہو سکا۔ اُس وقت معلوم ہوا کہ یہ معبودیت صرفہ کا مقام ہے، قدم کی وہاں گنجائش نہیں ہے۔ مگر نظر جہاں تک پہنچے اُس کو تو گنجائش ہے۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

بیت

تُو تو بلند قامت درخت ہے، ہم تو صرف نظرباز دست نارس ہیں۔

اور کلمہ طیبہ **لا معبود الا اللّٰہ** کا راز اس مقام پر جلوہ گر ہوا۔ صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ درحقیقت ہر نوع کی عبادت کا استحقاق بجز حضرت احدیت مجردہ کے اور کسی کے بھی حاصل نہیں۔ اگرچہ اسماء وصفات ہی کیوں نہ ہوں۔ ممکنات بچارے سارے کے سارے جو بھی ہوں، ان کی حقیقت ہی کیا ہے کہ اس امر کی لیاقت رکھیں۔ شرک اس جگہ میں ہرگز نہیں رہتا، بلکہ بیخ و بن سے اکھڑ جاتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ حقائق الٰہیہ کی سیر یہیں تک تھی۔ اب انبیاء علیہم السّلام کی حقائق کا بیان ہوتا ہے، گوش ہوش سے سنو۔

فصل

در بیان حقائق انبیاء کہ عبارت از حقیقت ابراہیمی وحقیقت موسوی وحقیقت محمدی وحقیقت احمدی ست عَلٰی خَاتِمِهِمْ اَوَّلًا وَعَلٰی اَجْمَعِهِمْ ثَانِيًا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

باید دانست کہ چنانکہ در حقائق الٰہیہ ترقی موقوف بر تفضّل است ہم چناں در حقائق انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَامُ ترقی موقوف بر محبت است، چوں حضرت پیر دستگیر غلام خود را در حقیقت ابراہیمی توجہ فرمودند مراقبہ ذاتیکہ منشاء حقیقتِ ابراہیمی ست ارشاد کردند از عنایت حضرت ایشاں در ہماں توجہ کیفیت آنمقام فائض گردید در چندے[1] انوار و اَسرارِ آنمقامِ عالی کہ عبارت از خلتِ حضرت حق سب سبحانہٗ ورود فرمود، دریں مقام اُنسے خاص و خلوتے با اختصاص بحضرتِ ذات ہویدا شد، وہمیں معاملہ از آنحضرت جَلَّتْ وَ عَظُمَتْ بایں کس مفہوم گردید، وکیفیّتے کہ دریں مقامِ عالی حاصل شدہ است در مقاماتِ عالیہ دیگر بایں خصوصیت وکیفیت ظہور نہ فرمودہ، اگرچہ از قسم فضلِ جزئی باشد، چہ دریں مقام محبوبیت صفاتی جلوہ گرمی شود، ودر حقیقت محمدی واحمدی محبوبیت ذاتی معنی ایں عبارت آنست کہ چنانکہ ذات متعالیہ خودرا دوست می دارد، ہم چنیں صفاتِ خودرا نیز دوست می دارد قسم

دائرہ
خلت اعنی
حقیقت ابراہیمی

۱۔ یعنی در کمتر از مدتے۔

فصل

حقائق انبیاء علیہم السّلام یعنی حقیقت ابراہیمی وحقیقت موسوی، حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ جیسے حقائق الٰہیہ میں ترقی محض تفضّل پر موقوف ہے، ویسے ہی حقائق انبیاء علیہم السّلام میں ترقی محبت پر موقوف ہے۔ جب حضرت پیردستگیر نے اپنے اس غلام کو حقیقت ابراہیمی میں توجہ فرمائی تو ذات منشاء حقیقت ابراہیمی کا مراقبہ ارشاد فرمایا۔ حضور کی مہربانی سے اُسی ایک توجہ میں اُس مقام کی کیفیت مجھ پر وارد ہوئی، اور تھوڑے ہی عرصہ میں اُس عالی مقام (یعنی خلت حضرت حق سبحانہٗ) کے انوار و اسرار فائض ہوئے۔ اس مقام میں حضرت ذات کے ساتھ ایک خاص اُنس اور باخصوصیت خلوت بھی پیدا ہوئی، اور حضرت ذات جَلَّتْ وَ عَظُمَتْ کی جانب سے بھی اس عاجز کے ساتھ یہی معاملہ مفہوم ہوا، اور جو کیفیت اس عالی مقام میں حاصل ہوئی ہے، دوسرے عالی مقامات میں اس خصوصیت و کیفیت کے ساتھ ظاہر نہیں ہوئی۔ پس اس عالی مقام کو دوسرے عالی مقامات پر ایک نوع کی فضیلت ثابت ہے۔ گو یہ فضیلت جزئی فضیلت ہی کی قسم ہے۔ اس مقام کی خصوصیت اس لیے ہے کہ اس مقام میں صفاتی محبوبیت جلوہ گر ہوتی ہے، اور حقیقت محمدی واحمدی میں ذاتی۔ اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی متعالی ذات جیسے اپنے آپ کو دوست رکھتی ہے، ویسے ہی اپنے صفات کو بھی دوست رکھتی ہے۔ پہلی قسم کو حقیقت محمدی واحمدی کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم خلت کے نام سے موسوم ہو کر حقیقت ابراہیمی کہلاتی ہے۔ محبوبیت صفاتی جیسے خدوخال، قد و رُخسار کی محبوبیت اور اسی وجہ سے اس مقام میں کامل بیرنگی نہیں ہے، برخلاف ذاتی محبوبیت کے جیسا کہ آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ اس کا ذکر آئے گا۔ حضرت پیردستگیر

اوّل حقیقت محمدی واحمدی ست وقسم ثانی خلّت نام یافتہ ، حقیقت ابراہیمی شد، محبوبیت صفاتی مثل محبوبیت خدوخال وقد وعارض ست وازیں جہت ایں قدر بیرنگی دریں مقام نیست بخلاف محبوبیت ذاتی کما سیأتی انشاء اللّٰہ تعالٰی ودریں مقام حضرت پیر دستگیر را ایشانے خاص دریافتم ، وبہ یقین دانستم ، کہ صاحب منصب ایں مقام عالی ہستند وایں معنی را در حضور پرنور عرض کردہ بودم فرمودند کہ من ہم خصوصیتِ خود بحضرت خلیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ دریافتہ ام لیکن متوجہ غیراز حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بطرف دیگر نمے شوم ،وَلِلّٰہِ دَرُّہٗ مَا اَحْسَنَ صَدْرَہٗ درایں مقام سالک را بخوے اُنس بحضرت ذات پیدا می شود کہ بطرف دیگر رونمی آرد، اگرچہ اسما وصفات باشند، وبطرف دیگر توجہ نمی فرماید اگرچہ مزارات مشائخ کبار باشند، و استمداد واستعانت از غیراوتعالٰی خوش نمی آید اگرچہ ارواح وملائکہ باشند، ودریں مقام تکرارِ صلٰوۃ ابرہیمی یعنی درود یکہ درنماز می خوانند، ترقی می بخشد ، بعدازیں در دائرہ محبت ذاتیہ صرفہ حضرت پیر دستگیر توجہ فرمودند ودرینجا مراقبہ ذاتیکہ منشاء حقیقت موسوی ست ، ومحبّ خودست، ارشاد کردند، کیفیت این مقام بقوتِ تمام ورود فرمودو محبیت اوتعالٰی مر ذاتِ خویش را کہ حقیقت موسوی

دائرہ
محبت
صرفہ

عبارت ازآنست، آشکارا شدو آنکہ بعضے بزرگان حضرت موسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ را محبوبیت اثبات فرمودہ اند مرادِ آں اکابر اگرآنست کہ ایشاں محبوب حضرت حق اند، سُبْحَانَہٗ سَلَّمْنَا کہ مرتبہ نبوت ورسالت والوالعزم بے محبویت حاصل نمی شود، کہ انبیاءکرام عَلَیْہِمُ السَّلَامُ محبوباں مرآنحضرت حق سبحانہٗ رااندوراہ ایشاں راہ اجتباست وایں سخن منافی مطلب ما نیست، واگرمرادآں اکابرآنست، کہ حقیقت

کو میں نے اس مقام (خلت ابراہیمی) میں ایک خاص شان کے ساتھ موصوف پایا اور یقیناً جان لیا کہ آپ اس عالی مقام کے منصب دار ہیں۔ اور یہ مضمون حضور پُرنور کی خدمت عالی میں مَیں نے عرض کیا۔ اس پر فرمایا کہ ہاں میں بھی حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ اپنی ایک خصوصیت پاتا ہوں، لیکن حضرت حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے غیر کی طرف میں متوجہ نہیں ہوتا۔ وَلِلّٰهِ دَرُّهٗ مَا اَحْسَنَ صَدْرَهٗ. ترجمہ: اور اللہ رے اُس کی نیکی اور کیا ہی غضب کا سینہ۔ اس مقام میں سالک کو حضرت ذات کے ساتھ اس نوع کا اُنس پیدا ہوتا ہے کہ غیر کی طرف اگرچہ اسماء وصفات ہی کیوں نہ ہوں، رُخ نہیں کرتا۔ اور دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا، گو مشائخ کبار کے مزارات ہی ہوں۔ اور غیر سے استمداد واستعانت اُس کو خوش نہیں آتی، اگرچہ ارواح وملائکہ ہی ہوں۔ اور اس مقام میں درود ابراہیمی کا، جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، بار بار وبکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔ اس کے بعد حضرت پیر دستگیر نے محبت ذاتیہ صرفیہ کے دائرہ میں توجہ فرمائی اور اس جگہ اُس ذات کا مراقبہ ارشاد فرمایا جو حقیقت موسوی کا منشاء ہے، اور خود اپنے آپ کو دوست رکھتی ہے، اور اس مقام کی کیفیت بڑے زور کے ساتھ وارد ہوئی، اور اللہ تعالیٰ کی محبیت یعنی خدائے تعالیٰ کی اپنی ذات سے محبت ودوستی، جو حقیقت موسوی کے نام سے موسوم ہے، آشکارا ہوئی۔ اور بعض بزرگوں نے جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے واسطے محبوبیت ثابت کی ہے، اگر ان بزرگوں کی مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام حضرت حق سبحانہٗ کے محبوب ہیں تو یہ امر بالکل مسلّم ہے۔ اس لیے کہ نبوت ورسالت اور اُلوالعزم کا مرتبہ محبوبیت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ انبیاء کرام علیہم السّلام حضرت حق سبحانہٗ کے محبوب ہیں، اور ان کی راہ اجتبا کی راہ ہے۔ اور یہ امر ہمارے مطلب کے ہرگز منافی ومخالف نہیں۔ اور اگر ان اکابر کی مراد یہ ہے کہ حقیقت موسوی سے مراد محبوبیت ذاتیہ ہے، جس طور سے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حقیقت احمدی قرار دی ہے، تو یہ محل غور ہے۔ اور مجھ نافہم کے ناقص فہم میں نہیں آتا۔ اور صاحب طریقہ اور اس کے متبعین کے مکشوف کے بھی برخلاف ہے۔ ایک روز یہ کمترین اپنے یاروں

موسوی عبارت از محبوبیتِ ذاتی ست، بطوریکہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقت احمدی را قرار دادہ اند، پس محل تامل ست و در فہم ناقص ایں نافہم نمی آید، وخلاف مکشوف صاحب طریقہ و تابعانِ آنحضرت ست، روزی ایں کمترین بر شخصے از اصحاب خود در ایں مقام توجہ می کردم بے اختیار کیفیتے روے داد، کہ از زبانِ من آیہ کریمہ رَبِّ اَرِنِیۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ برآمد، اگرچہ درایں مقامات عالیہ ظہور ایں چنیں الفاظ کم می شود، لیکن ایں از خصوصیات ایں مقام ست، عجب آنست، کہ دریں جا باوجود ظہور محبت ذاتی شانِ استغنا و بے نیازی ظہور می فرماید وایں از اجتماعِ ضدین[۱] است، وہمیں سرّ معلوم می شود درآنچہ در بعضے مواقع از حضرتِ کلیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صدور بعضے کلمات[۲] کہ در ظاہر گستاخانہ مفہوم می شود، واقع شدہ اند، وَالۡعِلۡمَ عِنۡدَاللّٰہِ سُبۡحَانَهٗ دریں جا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَعَلٰی جَمِیۡعِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ خصُوۡصًا عَلٰی کَلِیۡمِکَ مُوۡسٰی نیز ترقی می بخشد، بعد ازیں حضرت پیر دستگیر در حقیقت الحقائق کہ عبارت از حقیقت محمدی ست، عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ برغلام خود توجہ فرمودند ودریں جا مراقبہ ذاتیکہ محبّ خود ومحبوب خودست، ومنشاء حقیقتِ محمدی ست ارشاد کردند، و دریں جا بہ عنایت حضرت پیر دستگیر محبیت ممتزجہ با محبوبیت ظہور فرمودہ، و بیان اجتماع ایں دو نشاٴہ دریں دائرہ کیفیتے دارد، کہ از تحریر راست نمے آید،

دائرہ
محبوبیۃ ذاتیہ
ممتزجہ

۱۔ محبت و بے نیازی۔

۲۔ اتهلكنا بما فعل السفهائنا ان هی الّا فتنتک تضل بها من تشاء الخ.
لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

میں سے ایک شخص کو اس مقام میں توجہ دے رہا تھا کہ بے اختیار ایک کیفیت مجھ پر وارد ہوئی کہ بے ساختہ میری زبان پر یہ آیہ کریمہ جاری ہوئی، رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ. یعنی: اے میرے پروردگار! دکھا مجھ کو (اپنا آپ) کہ میں تیری طرف نظر کروں۔ ان عالی مقامات میں ایسے الفاظ کا ظہور اگرچہ کم ہوتا ہے لیکن یہ اسی مقام کی خصوصیت سے ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ اس مقام میں باوجود ظہور محبت ذاتی کے استغنا و بے نیازی کی شان بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ ضدّین کا اجتماع ہے۔ حضرت کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام سے بعض موقعوں پر بعض ایسے کلمات صادر ہوئے جو بظاہر گستاخانہ مفہوم ہوتے ہیں۔ ان کے صدور میں بھی یہ ہی راز مضمر معلوم ہوتا ہے۔ اس جگہ یہ درود شریف (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی کَلِیْمِکَ مُوْسٰی) بھی ترقی بخشتا ہے۔ ازیں بعد حضرت پیر دستگیر نے حقیقۃ الحقائق یعنی حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں اپنے اس غلام پر توجہ فرمائی، اور اس مقام میں اُس ذات کا مراقبہ ارشاد فرمایا، جو آپ ہی اپنی محبّ اور آپ ہی اپنی محبوب ہے، اور نیز حقیقت محمدی کا منشاء بھی ہے، اور اِس جگہ حضرت پیر دستگیر کی عنایت و مہربانی سے محبیت نے، جو محبوبیت کے ساتھ متمزج ہے، ظہور فرمایا۔ اور اس دائرہ میں ان دو مرتبوں کے اجتماع کا بیان ایک خاص کیفیت رکھتا ہے، جو تحریر میں پورے طور پر نہیں آسکتی۔ اور فنا و بقا اس مقدس مرتبہ میں بھی حاصل ہوئی، اور سرورِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ ایک نوع کا اتحاد بھی میسر آیا، اور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طفیل ایک بہت بڑے خاص مرتبہ میں مجھ کو پہنچایا گیا۔ اور ایسے ایسے اسرار و راز ظہور میں لائے گئے جن کا اظہار فتنہ کے بیدار کرنے کا باعث ہے۔ رفع توسط کا معنی، جس کے اکابر اولیاء قائل ہیں، اس جگہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ امر بھی مشہود ہوتا ہے کہ اس شخص (صاحب واقعہ) کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک خاص قسم کا معاملہ (واقعہ) پیش آیا کہ دونوں (صاحب واقعہ اور حضور علیہ السّلام) ایک ہی معشوق کے ہمکنار و ہم بستر ہیں، اور باایں ہمہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

ودریں مرتبہ مقدسہ فنا وبقاءست داد، واتحاد خاص بآں سرورِ دین ودنیا میسر آمد وبطفیلِ سیّد عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بمرتبہ رسانیدند، واَسرارے بمیان آوردند، کہ اظہارِ آں موجب ایقاظ فتنہ است، معنی رفع توسط کہ اکابر اولیاء بآں قائل اند، اینجا ظاہر می شود ومشہود می گردد، کہ ایں کس را باآنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ معاملہ شدہ است کہ ہم آغوش یک کنار اند، وہم بستر یک نگارو باایں ہمہ محبتے خاص با حبیب خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پیدا می شود، کہ سرِّ سخن حضرت امام الطریقہ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہویدا می گردد، آنجا کہ فرمودہ اند، خدائے را جل شانہٗ برائے آں دوست می دارم کہ رب محمد ست صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ودریں مقام در جمیع امور جزئی وکلی ودینی و دنیاوی مشابہتے ومناسبتے با حبیب خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خوش مے آید، وبہمیں جہت ست آنچہ حضرت ایشاں رضی اللہ عنہ رغبت کلی در عمل بر حدیث دارند، وتشویق و ترغیب ایں امر می فرمایند، اللہ تعالیٰ ایشان را بطورے دریں مقام قوتے و رسوخے کرامت فرمودہ است، کہ بواسطہ اتباع آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مجلس شریف ایشاں شبیہ محفلِ صحابہ پیغمبر خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گردیدہ است، چنانچہ بعضے از اصحاب کرام رضی اللہ عنہم فرمودہ اند، کہ وقتیکہ در محفل مقدس نبوی حاضر می شوم، معاملہ می گذرد، کہ کَاَنَّا رَاْیُ عَیْنٍ[۱] وصف حال آنمقام ست، راقم گوید عفی عنہ کہ ایں بندہ را ہمیں معاملہ در حضور پرنور حضرت پیر دستگیر خود بارہا گذشتہ است فَهِمَ مَنْ فَهِمَ، بعد ازیں حضرت پیر دستگیر بندہ را در حقیقتِ احمدی عَلٰی صاحبها الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

۱۔ ای كانا نرى الجنة والنار راى العين فهو بالنصب مفعول مطلق او بالرفع علی الخبرية من قبيل زيد عدل وهٰذا قطعة من حديث طويل رواه مسلم عن حنظلةؓ. لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

ساتھ ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور حضرت امام الطریقت مجدد رضی اللہ عنہ کے قول کا راز بھی اس مقام میں کھلتا ہے، جو آپ نے فرمایا کہ خدائے جل شانہٗ کو میں اس لیے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پروردگار ہے۔ اور اس مقام میں حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہر امر جزئی وکلی، دینی و دنیوی میں مشابہت و مناسبت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور اِسی وجہ سے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ خود بھی عمل بالحدیث کی پوری رغبت رکھتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اس کا شوق اور رغبت دلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مقام میں اس طور سے قوت ومہارت عطا فرمائی کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت کے باعث آپ کی مجلس شریف حضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صحابہ کرام کی مجلس مبارک کے مشابہ ہے، چنانچہ بعض صحابہ کرام (حضرت حنظلہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جب میں مجلس مقدس نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہوتا ہوں تو وہاں یہ معاملہ پیش آتا ہے کہ کَاَنَّا رَاْیُ عَیْنٍ (گویا کہ ہم معیبات کا مشاہدہ و معائنہ کر رہے ہیں) اس مقام کی حالت کا بیان ہے۔ راقم الحروف عفی عنہ (مصنف رسالہ ہٰذا) کہتا ہے کہ حضرت پیر دستگیر کے حضور پُرنور میں یہ معاملہ مجھ پر بارہا گزرا ہے۔ پانے والوں نے پالیا۔ اس کے بعد حضرت پیر دستگیر نے حقیقت احمدی میں اپنے غلام کو توجہ فرمائی، اور اس مقام میں اُس ذات کا مراقبہ ارشاد فرمایا، جو آپ ہی آپ محبوب ہے، اور نیز حقیقت احمدی کا منشاء بھی ہے۔ اس مقام میں نسبت کی بلندی اور انوار کا غلبہ ظاہر ہوتا ہے اور اس مقام میں بعض خاص اسرار مکشوف ہوئے۔ ایک روز میں حضرت پیر دستگیر کے حلقہ ذکر ومراقبہ میں حاضر تھا، اور اس عالی مقام کی طرف میں متوجہ ہوا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ میں نے اپنے آپ کو حضرت رحمٰن جل شانہٗ کے سامنے برہنہ پڑا ہوا پایا۔ اس سے بڑھ کر میں اور کیا ظاہر کروں۔ ایک مدت دراز سے اس مسکین کے کمزور دل میں یہ خطرہ گزرتا تھا کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی جگہ تحقیق فرمایا کہ حقیقت کعبۂ معظّمہ بعینہا حقیقت احمدی ہی ہے۔ آپ کے اس

دائرہ
محبوبیۃ ذاتیہ
صرفہ

توجہ فرمودند، و دریںجا مراقبہ ذاتیکہ محبوب خودست، و منشاء حقیقتِ احمدی ست ارشاد کردند، در اینمقام علو نسبت باشعشعان انوار ظہور می فرماید، و در اینجا بعضے اسرار بمیان آوردند، روزے در حلقہ پیر دستگیر حاضر بودم، ومتوجہ اینمقام عالی گردیدم، معاملہ گذشت، کہ خودرا عریانِ محض ملقیٰ بَینَ یَدَیِ الرحمٰن یافتم، زیادہ ازیں چہ وانمایم، از مدتے بخاطر فاتر ایں مسکین مے آمد، کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ در جائے تحقیق فرمودہ اند، کہ حقیقت کعبہ معظّمہ بعینہٖ حقیقتِ احمدی ست، معنی ایں سخن در فہم قاصر نمی آمد، چہ حقیقت کعبہ در حقائق الٰہیہ ست و حقیقتِ احمدی در حقائق انبیاء است، پس چہ طور یک حقیقت باشد روزے در حقیقتِ احمدی متوجہ بودم ناگہاں دیدم، کہ ظہور حقیقتِ کعبہ معظّمہ واقع شد، ونداء در دادند، کہ عظمت وکبریائی ہم خاصہ محبوب است ومحبوبیت ومسجودیت ہر دواز شیوناتِ آنحضرت است پس در سخن صاحب الطریقہ جامی ریب وتردّد و نیست وحضرت پیر دستگیر خودرا دریں مقام عالی بشان خاص یافتم ودریں مقام محبوبیت ذاتی منکشف می شود چنانچہ در خلت محبوبیت صفاتی بود ومعنی محبوبیت ذاتی آنست کہ محبوب را قطع نظر از صفات جمیلہ او کہ عبارت از مثل خط وخال وغیرہ است، دوست میدارند فقط در ذات او چیزی می باشد، کہ موجب تعشق می گردد، شاعرے می گوید۔ بیت:

بندۂ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ شاہد آں نیست کہ موئے میانے دارد

در اینجا درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ کَذَالِکَ ترقی می بخشد، بعد ازیں بندہ را پیر دستگیر در حب صرفہ ذاتیہ توجہ فرمودند در اینجا مراقبہ حب صرفہ

کلام کا معنی میرے قاصر فہم میں نہیں آتا تھا، کیونکہ حقیقت کعبہ حقائق الٰہیہ میں سے ہے، اور حقیقت احمدی حقائق انبیاء میں سے ہے، پس یہ دونوں کیونکر ایک ہو سکتی ہیں۔ ایک روز حقیقت احمدی میں مَیں متوجہ تھا کہ یکا یک کعبہ معظّمہ کی حقیقت کا ظہور ہوا۔ ندا آئی کہ عظمت و کبریائی بھی محبوب کا خاصہ ہے، اور محبوبیت اور مسجودیت بھی، دونوں کے دونوں آنحضرت کے شیونات ہی سے ہیں۔ پس صاحب طریقہ کا کلام ہرگز شک و شبہ کا محل نہیں۔ اور میں نے اپنے پیر دستگیر کو اس بلند مقام میں ایک خاص شان کے ساتھ پایا اور اس مقام میں ذاتی محبوبیت کا انکشاف ہوتا ہے اور خلت میں صفاتی محبوبیت کا۔ اور ذاتی محبوبیت سے یہ مراد ہے کہ اپنے محبوب کو اُس کی صفات جمیلہ مثلاً خط و خال وغیرہ سے قطع نظر کر کے دوست رکھیں۔ صرف اُس کی ذات ہی ذات اُس کے تعشق کا موجب ہو۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

بیت

معشوق وہ نہیں جو سیاہ زلف اور باریک کمر رکھتا ہو، بلکہ اُس زیبا صورت کا بندہ بن جو ناز و ادا والی ہو۔

اس مقام میں یہ درود شریف ترقی کا موجب ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ کذالک. اس کے بعد حضرت پیر دستگیر نے اپنے غلام کو حب ذاتی محض میں توجہ فرمائی۔ اس جگہ حب صرفہ ذاتیہ کا مراقبہ ارشاد فرمایا۔ اس مقام پر نسبت باطن کی بلندی و بیرنگی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ حضرت اطلاق و لاتعیّن سے بہت ہی قریب ہے۔ اور یہ مقام بھی ہمارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقامات مخصوصہ میں سے ہے۔ دوسرے انبیاء کرام کے حقائق میرے نزدیک اس مقام میں ثابت نہیں، اس لیے کہ صاحب طریقہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت لاتعیّن کو پہلا تعیّن جو لاحق ہوا ہے، وہ تعیّن حب ہی ہے، اور اُسی تعیّن اوّل ہی کو اُنھوں نے حقیقت محمدی قرار

دائره
حُبّ صرفه
ذاتیه

ذاتیہ ارشاد کردند، در اینجا کمالِ علو و بیرنگی نسبت باطن ظاہر می شود، ایں مرتبہ بحضرت اطلاق ولاتعیّن اقرب ست وایں ہم از مقامات مخصوصہ پیغمبر ما است صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حقائق انبیاء دیگر دریں مقام نزد فقیر ثابت نمی شود، چہ نزد صاحب الطریقہ امام ربانی اوّل تعینے کہ حضرت لاتعیّن رالاحق گردیدہ، تعیّن حب ست و ہماں تعیّن اوّل را حقیقت محمدی قرار دادہ اند، بعدازیں مرتبہ لاتعیّن وحضرت اطلاق است، درینجا حضرت پیر دستگیر نیز غلام خود را بتوجہ خود

دائره
لاتعین

سرفراز فرمودند، وایں ہم از مقاماتِ خاصہ حضرت رسالت پناہی ست صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ درینجا ہم سیر قدمی نمی شود اما سیر نظری البتہ می شود، لیکن نظر تا کجا کار خواہد کرد خوش گفت:

بیت

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گل چین بہار تو ز دامان گلہ دارد

ایں ست بیان سلوکے کہ حضرت پیر دستگیر ایں بندہ شرمندہ را در آن مقامات بتوجہ شریف ممتاز فرمودہ اند، اگر تمام عمر مصروفِ شکر ایں احسان شوم وخود را باخاک برابر ساختہ از خودنامے ونشانے نگذارم، ہنوز از ہزار یکے را ادا نکردہ باشم:

گر برتن من زبان شود ہر موئے
یک شکر دے از ہزار نتوانم کرد

دیا ہے۔ ان تمام مراتب کے بعد لاتعیّن وحضرت اطلاق کا مرتبہ ہے۔ اس مقام میں بھی حضرت پیر دستگیر نے اپنے اس غلام کو اپنی توجہ کے ساتھ سرفراز فرمایا، اور یہ مقام بھی حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقامات مخصوصہ میں سے ہے۔ یہاں پر بھی قدمی سیر کا حصول نہیں ہے، البتہ نظری سیر تو واقع ہوتی ہے، مگر نظر کہاں تک کام کرے گی۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

بیت

نگاہ کا دامن تو بہت ہی تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول ڈھیروں کے ڈھیر، تیری بہار کے پھول چننے والے دامن کی تنگی کے شاکی ہیں۔

یہ ہے بیان اُن مقامات کے سلوک کا کہ حضرت پیر دستگیر نے اپنے اس شرمسار غلام کو اپنی توجہ کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ اگر میں اپنی تمام عمر اس احسان کے شکریہ میں صَرف کر دوں اور اپنے آپ کو اُن کے قدموں کی خاک کے برابر کر کے اپنا نام ونشاں مٹا دوں تو بھی میں نے ہزار میں سے ایک شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔

بیت

میرے بدن کا بال بال اگر زبان ہو جائے تو آپ کے ہزار شکر میں سے ایک بھی ادا نہیں کر سکتا۔

فصل

در بیان بعضے مقامات کہ ازراہ سلوک[1] علیحدہ افتادہ اند

دائرہ
سیف
قاطع

و در بعضے ازاں ایں بندہ را حضرت پیر دستگیر بتوجہ خود ممتاز فرمودہ اند، اظہاراً للشکر بیان می نماید، بدانکہ دائرہ سیف قاطع محاذی دائرہ ولایت کبریٰ واقع شدہ است، اگرچہ ایں بندہ را دران دائرہ توجہ نشدہ است، لیکن بندہ از حضور پرنور استفسار احوال ایں دائرہ کردہ بودم و عرض بیان وجہ ایں اسم مرایں دائرہ رانمودہ ارشاد فرمودند، کہ سیف قاطع نام ایں دائرہ برائے آنست کہ وقتیکہ سالک دریں دائرہ قدم مے نہد، مانند شمشیر برزندہ ہستی سالک رانیست و نابود می سازد، واز سالک نامے نشانے نمی گذارد، لہٰذا ایں دائرہ راسیف قاطع نام نہادہ اند، و دائرہ قیومیّت از دائرہ کمالات اولوالعزم ناشی شدہ است

دائرہ
قیومیّت

اگرچہ در راہ سلوک واقع است لیکن معمولِ حضرت پیر دستگیر برائے توجہ دریں دائرہ نبود سرّش آں تواند بود، کہ قیومیّت منصب انبیاء الوالعزم ست، و بایں منصب عظیم الشان دریں امت مرحومہ اللہ تعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی راو حضرت ایشاں و بعضے فرزنداں و خلفاے ایشاں را رضی اللہ عنہم سرفراز فرمودہ چنانچہ درا ینوقت حضرت پیر دستگیر قیوم زماں و قطب دوراں ہستند،

---

[1] یعنی ازیں راہ مذکور کہ حضرت پیر دستگیر ایں بندہ را ممتاز فرمودہ اند۔ لمصححہ سلمہ اللہ تعالیٰ

فصل

بعض اُن مقامات کے بیان میں جو سلوک کی راہ سے علیحدہ واقع ہوئے ہیں

اور حضرت پیر دستگیر نے اُن میں سے بعض میں اس غلام کو اپنی توجہ سے ممتاز فرمایا ہے۔ اظہار شکر کے لیے ان کو بھی بیان کرتا ہوں۔ معلوم رہے کہ سیف قاطع کا دائرہ ولایت کبریٰ کے دائرے کے سامنے واقع ہوا ہے۔ حضرت پیر دستگیر نے اگر چہ اپنے اس غلام کو اس دائرہ میں توجہ تو نہیں فرمائی، لیکن اس غلام نے حضور پُر نور سے اس دائرے کے حالات دریافت کیے تھے اور اس دائرے کی وجہ تسمیہ بھی دریافت کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس دائرے کا نام سیف قاطع اس لیے ہے کہ سالک جب اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو شمشیر براں کی طرح یہ دائرہ سالک کی ہستی کو نیست و نابود کر دیتا ہے اور سالک کا نام ونشان تک نہیں چھوڑتا۔ اسی واسطے اس دائرہ کا نام سیف قاطع رکھا گیا ہے۔ اور نیز معلوم رہے کہ دائرہ قیومیت دائرہ کمالات الوالعزم سے پیدا ہوا ہے۔ اگر چہ یہ دائرہ بھی اثناء راہ سلوک میں واقع ہے، لیکن اس میں توجہ دینا حضرت پیر دستگیر کا معمول نہیں ہے۔ اس کا راز یہ ہوسکتا ہے کہ قیومیت انبیاء الوالعزم علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا منصب ہے۔ اور اس امت مرحومہ میں اس منصب عظیم الشان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم صاحب) اور حضرت ایشاں کے بعض فرزندوں اور خلفاء رضی اللہ عنہم کو سرفراز فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیر اس وقت قیوم زماں اور قطب دوراں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اِس منصب کے ساتھ سرفراز فرماتا ہے۔ اس میں توجہ کی کوئی حاجت ہی نہیں۔ میں ایک بار بارواح مشائخ فاتحہ پڑھ کر اس دائرہ میں متوجہ تھا کہ ایسے ایسے حالات و اسرار

ہر کسی را کہ مشیت ایزدی تعلق می گیرد، بایں منصب سرافراز می فرمایند، حاجت توجہ نیست، روزے بندہ فاتحہ پیراں خواندہ متوجہ ایں دائرہ بودم، احوالے و اَسرارے بمیاں آوردند کہ تعبیر آں بزبان راست نمے آید و بفیضے خاص دریں دائرہ مشرف گردیدم ایں معنی را بحضور پرنور ایشاں عرض نمودہ بودم، فرمودند، دریں دائرہ متوجہ شدہ باشی، ازیں سخن امیدوارم، کہ اللہ تعالیٰ بتصدقِ فرقِ حضرت پیر دستگیر سرفراز فرماید:

بیت

فیض روح القدس از باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

الحمدللہ کہ بعد مدتے در سال یک ہزار و دو صد و سی و سوم نصف ماہ جمادی الاوّل حضرت ایشاں بندہ را بشارت قومیت عطا فرمودند، و ارشاد کردند کہ مرا الہام شد، لہٰذا بتو ارشاد کردم، و در مرض اخیر بندہ را از بلدہ لکھنؤ طلبیدند و فرمانِ والا شان بجہت طلب بندہ فرستادند، دراں مکتوبات عالی و سرفراز نامہائے متعالی نیز بشارت ایں منصب عالی بہ بندہ عنایت فرمودند، ازاں جملہ دو مکتوبات را تبرکاً ایزادی نماید۔

مکتوب اوّل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

بخدمت شریف صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابوسعید صاحب سَلَّمَكُمْ رَبُّكُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ دریں ولا ایں فقیر را مرض خارش و ضعف و شدت تنفس مستولی گردیدہ کہ طاقت نشست و برخاست خیلے دشوار علاوہ ایں کہ درد در کمر از چندے طاری شدہ کہ نماز بر اِقعا خواندن ہم محال حضرت شاہ رفیع الدین صاحب می فرمودند کہ حضرت شاہ ابوسعید صاحب بالضرور پیشِ شما باشند، پس

منکشف ہوئے کہ زبان سے ان کا بیان نہیں ہوسکتا۔ اور نیز اس دائرہ میں ایک خاص فیض کے ساتھ مشرف ہوا۔ اور یہ مضمون حضور پُر نور کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس دائرہ میں متوجہ رہا کرو۔ آپ کی اس بات سے میں امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت پیر دستگیر کے سر کے تصدق سے مجھ کو اس دائرے کے فیض سے بھی سرفراز فرمائے گا۔

بیت

فیض روح القدس گر دے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

الحمدللہ کہ ایک مدت دراز کے بعد سن ایک ہزار دو سو تینتیس ماہ جمادی الاوّل کی پندرہویں کو حضرت پیر دستگیر نے بندہ کو قیومیت کی بشارت عطا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ چونکہ مجھ کو الہام ہوا ہے، اسی واسطے میں نے تجھ کو یہ خوش خبری دی ہے۔ اور آخری مرض میں بندہ کو لکھنؤ شہر سے طلب کیا اور فرمان عالی شان بندہ کی طلب کے واسطے بھی بھیجا۔ جو مکاتیب و سرفراز نامے بندہ کے نام پر روانہ فرمائے، ان میں بھی اس عالی منصب کی بندہ کو بشارت عطا فرمائی۔ ان میں سے دو مکتوب تبرکاً درج کیے جاتے ہیں۔

مکتوب اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

بخدمت شریف صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابوسعید سلمکم ربکم، السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس وقت اس فقیر پر مرض خارش اور کمزوری اور شدت تنفس اس قدر غالب ہوگئی ہے کہ بیٹھنا اٹھنا بھی بہت ہی دشوار ہوگیا ہے۔ علاوہ بریں درد کمر اِس قدر لاحق ہوا ہے کہ ادائے نماز بحالت اِقعا (زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر گھٹنے کھڑے کر کے سرینوں کے بل بیٹھنا) دشوار بلکہ محال ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب فرماتے تھے کہ حضرت شاہ ابوسعید صاحب کا اس وقت آپ کے پاس ہونا نہایت ہی ضروری امر ہے۔ پس اس وقت امراض کی شدت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی۔ اور میرے

دریں وقت شدت امراض بحدے رسیده که طاقت نشستن نماند، وفتور کلی درستہ ضروریہ آمده دریں وقت آمدن شما بسیار مناسب ست جلدتر خود را برسانید وقبل ازیں خطوط متواتر در طلب شما مع برکات تبرکات جدیدہ روانہ کرده شده تعجب ست، کہ قصد آمدن اینجا نکرده اید ایں فقیر را بحسب ظاہر صحت محال افسوس کہ شما ایں قدر تاخیر می نمائید:

ع خوباں دریں معاملہ تاخیرے کنند

می بینم کہ منصب آخر مقامات ایں خاندان عالی شان بشما متعلق و وابستہ شدو پیشتر ازیں در بیماری سابق دیده بودم کہ شما بر چہار پائی ما نشستہ اید، وقیومیّت بشما عطا کردند، سوائے شما قابل ایں توجہات غریبہ وعجیبہ کے نیست بجز درسیدن ایں خط خود را جریده روانہ اینصوب نمایند، و برخوردار احمد سعید را بجائے خود بگذارند و بدعاء حسن خاتمہ ودرود واستغفار وختم کلمہ طیبہ وقرآن مجید وختم پیران کبار ولقائے جان افزاء واتباع حبیب خدا احمد مصطفیٰ مدد فرما باشید والسّلام انتہیٰ مکتوبہ الشریف۔

مکتوب ثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

بجناب صاحبزاده عالی نسب والا حسب حضرت شاه ابوسعید صاحب واحمد سعید صاحب جعلهما الله للمتقين اماما بعد از سلام مسنون ودعائے عافیت مشحون واضح می نماید، کہ مکرر رقیمہ ہائے فقیر برائے طلب شما فرستاده شد معلوم نیست کہ بخدمت میرسند، یا در راه تلف مے شوند، احوالِ مزاج فقیر بسیار سقیم ست، طاقت نشستن نمانده ہجوم امراض ونداءِ الرحیل درداد ند فقیر را بجز دیدن شما ہیچ آرزوئے نیست بلکہ از غیب القامی شود، کہ ابوسعید را باید طلبید، وروحِ مبارک حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ

ستّہ ضروریہ (تنفس، کھانا پینا، سونا جاگنا، حرکت وسکون، پاخانہ پیشاب، رنج وراحت) میں پورا پورا خلل واقع ہوگیا ہے۔ پس اس وقت آپ کا آنا بہت ہی مناسب ہے، لہٰذا بہت جلد تشریف لے آؤ۔ اس سے قبل متواتر خطوط اور جدید تبرکات روانہ کیے گئے۔ تعجب ہے کہ آپ نے یہاں آنے کا قصد نہیں کیا۔ اس فقیر کی صحت بظاہر محال معلوم ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ تم اس قدر تاخیر کررہے ہو۔ مصرع:

اس معاملہ میں تاخیر کیا ہی کرتے ہیں۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ اس عالی شان خاندان کے مقامات کا آخری منصب تمہارے متعلق کیا گیا ہے۔ اور اس سے قبل اپنی سابق بیماری میں مَیں نے دیکھا تھا کہ تم میری چارپائی پر بیٹھے ہو اور منصب قیومیت تم کو عطا کیا گیا ہے۔ ان توجہات عجیبہ غریبہ کے قابل تمہارے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا، لہٰذا اس خط کے دیکھتے ہی تن تنہا اس طرف روانہ ہو جاؤ، اور دعا حسن خاتمہ اور درود شریف اور استغفار اور ختم کلمہ طیبہ اور قرآن مجید اور ختم پیرانِ کبار اور جان افزا ملاقات اور اِتباع حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے امداد کرو۔ آپ کا پہلا مکتوب شریف یہاں ختم ہوگیا۔

دوسرا مکتوب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

بجناب صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابوسعید صاحب و احمد سعید صاحب اللہ تعالیٰ تم دونوں کو متقین کا پیشوا بنائے۔ سلام مسنون اور عافیت سے بھری ہوئی دعا کے بعد واضع کیا جاتا ہے کہ فقیر کے مکرر خطوط تمہاری طلب کے واسطے بھیجے گئے۔ معلوم نہیں کہ آپ تک پہنچتے ہیں یا راستے ہی میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ فقیر کی حالت بہت ہی نازک ہے۔ بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی۔ امراض کا ہجوم ہے اور صدائے کوچ بلند، فقیر کی بجز آپ کے دیدار کے اور کوئی بھی آرزو ہی نہیں، بلکہ غیب سے القا ہو رہا ہے کہ ابوسعید کو طلب کرنا چاہیے۔ اور حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک بھی اس پر باعث ہے

عنہ براین باعث ست ودیدہ ام کہ شمارابرران راست خودنشاندہ ام ومنصبے کہ آثارآں عنقریب عائد بشما می شود، مفوض نمودہ خانقاہ شمارا مبارک باد، جلدتر بیایند وتوکلاً علی اللہ اینجا آمدہ بہ نشینید، اگر اللہ تعالیٰ مرابا مرزید بصدقہ پیران کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم از توجہ وہمت قاصر نیستم ہرچہ فتوح از غیب برسد صرف مایحتاج خود ووابستہ ہائے خود نمایند، وآنچہ باقی ماندہ برفقراء تقسیم کنند، ہمہ اہل خانقاہ واکثر مردمانِ شہر شمارا می خواہند، مثل احمد یار وابراہیم بیگ ومیر خورد ومولوی عظیم ومولوی شیر محمد بلکہ جمیع مردماں شہر بارہا می گویند، کہ میاں ابوسعید لائق اند، کہ در اینجا نشینند، وحضرت شاہ عبدالعزیز صاحب و اکثر اعزّہ شہر براَخلاق حسنہ ومسکنت وشکست وحفظ ومشغولی وبردباری شما نظر کردہ مجوّز طلبیدن شما بلاشرکت غیرمی شوند بہرصورت عازم اینجا شوند، درچوپالہ یادرگاڑی بیایند، اجرۃ کہاراں اینجا دادہ خواہد شد، اجتماعِ اہلِ خانقاہ براین شد، کہ ایشاں رایعنی شمارا باید طلبید، ومرانیز الہام کردند کہ قابلیت ایں کار فقط درشماست بعد استخارہا بیائید، وحاجت دیگرے نیست اینجا باشید ورواج طریقہ شریفہ فرمائید وتدبیر معاش راحوالہ بخدا کنید حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وعدہ الٰہی کافی ست بگذار وبیاسا (یعنی آرام بکن ودر راحت باش) وقت ما آخر رسید چند انفاس باقی ماندہ رابہ بینید، وفیض ہابردارید شاید ایں آرزو بوقوع آید:

بیت

مرگ آرزو کنم چو شوی مہربان من

یعنی بہ بختِ خویش مرا اعتماد نیست

جناب حضرتین[۱] دروقتِ انتقال حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر بودند رضی

۱۔ یعنی حضرت خازن الرحمت خواجہ محمد سعید وحضرت ایشاں خواجہ محمد معصومؒ

اور میں نے دیکھا ہے کہ تم کو میں نے اپنی دائیں ران پر بٹھایا ہے، اور وہ منصب جس کے آثار عنقریب تم پر وارد ہوں گے، تمہارے سپرد کیا ہے۔ یہ خانقاہ تم کو مبارک ہو، بہت جلد تشریف لائیں۔ اور توکلاً علی اللہ یہاں بیٹھ جائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پیرانِ کبارؒ کے صدقے میں مجھ کو بخش دیا تو توجہ اور ہمت سے میں قاصر نہیں ہوں۔ غیب سے جو کچھ آمد ہو، اپنی اور اپنے متعلقین کی ضرورتوں میں صَرف کریں، اور باقی ماندہ فقراء پر تقسیم فرمائیں۔ خانقاہ والے اور شہر کے اکثر لوگ تمہارے ہی خواہاں ہیں، جیسے احمد یار، ابراہیم بیگ، میر خورد، مولوی عظیم اور مولوی شیر محمد، بلکہ تمام لوگ شہر کے بار بار کہتے ہیں کہ میاں ابوسعید خانقاہ کی سکونت و بود و باش کے لائق ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور شہر کے اکثر رؤساء آپ کے اخلاق حسنہ اور مسکنت طبع اور شکستہ حالی و سادگی مزاج اور امانت داری اور ذکر و شغل اور تحمل وصبر پر اعتماد کر کے آپ کے بلوانے کو بلاشرکت احدے صحیح و درست سمجھ رہے ہیں۔ بہر حال اس طرف آنے کا عزمِ مصمّم فرمائیں۔ پینس یا گاڑی پر تشریف لائیں۔ کہاروں کی اجرت یہاں سے دے دی جائے گی۔ اہل خانقاہ اس امر پر متفق ہیں کہ آپ ہی کو طلب کیا جائے، اور مجھ کو بھی الہام ہوا ہے کہ اس کام کی قابلیت صرف آپ ہی میں ہے۔ چند بار استخارہ کر کے تشریف لے آئیں۔ کسی دوسرے کی ضرورت نہیں۔ یہاں رہو اور طریقہ شریفہ کو رواج دو۔ اور روزگارِ معاش کی تدبیر بحوالہ خدا کرو، حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ. خدائے تعالیٰ کا وعدہ کافی ہے۔ آؤ اور آرام اُٹھاؤ۔ ہمارا اب آخری وقت ہے۔ ہمارے باقی ماندہ چند سانس کو پاؤ، اور فیض اُٹھاؤ۔ شاید یہ آرزو پوری ہو جائے۔

بیت

جب کبھی بھی تو مجھ پر مہربان ہو جائے تو اُسی وقت ہی میں متوت کی تمنا کروں گا، کیونکہ اپنے اس بخت کمبخت پر تو مجھ کو ہرگز اعتماد ہی نہیں۔

یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر ملال کے وقت دونوں حضرات خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصومؒ حاضر ہیں۔ اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ ان

اللہ تعالیٰ عنہم ومرد ماں می گویند، کہ ازیں ہر دو شخص یکی را متعیّن کنید، تا بعد شما نزاع واقع نشود، اگر چہ در کاغذ وصیت نامہ بہر فقیر بگواہی ہر سہ میاں[۱] صاحب ودیگر اعزہ نام شمارا اولیٰ والیق نوشتہ ام بالفعل شمارا ترجیح دادم و برخوردار احمد سعید را آنجا گذاشتہ بجرد رسیدن رقیمہ ہمہ را جواب دادہ نزد ما بیائید، قبر مادر صحن ہمیں مکان خواہد شد وتبرکات بر بالین بر گنبد ضیق ومرد ماں وابستہ شما ہر وقتیکہ خواہند آمد، در ہر دو حویلی باشند وشما اینجا بمزار ما باشید واخراجات خانقاہ ہمہ بر طور شماست بہر طور کہ مناسب دانید و بردباری وتحمل بسر برید ودعائے حسن خاتمہ ولقائے جان افزا واتباعِ حبیب خدا محمد مصطفیٰ فرمائید زیادہ والسّلام انتہی کلامہ الشریف۔

دائرہ
حقیقت
صوم

دائرہ حقیقت صوم محاذی حقیقت قرآنی واقع شدہ است در رمضان در سال یک ہزار ودوصد وبست وہفت حضرت پیر دستگیر بندہ را دریں حقیقتِ عالی توجہ فرمودند، وآثار وانوارِ ایں حقیقتِ عالی بریں ذرّۂ بے مقدار ورود فرمودند، وعدمیّتے خاص وصمدیت با اختصاص ظہور نمودہ ازیں حقیقت حظے وافر فرا گرفت فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ بدانند کہ از سالہا آرزوئے آں داشتم، کہ حضرت پیر دستگیر بندہ را بضمنیّتِ خود سرفراز فرمایند چہ ضمنیّت آنحضرت بعینہٖ ضمنیّت حبیب خدا است صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ چہ حضرت پیر دستگیر را حضرت ایشاں شہید میرزا صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بضمنیّت خود بشارت فرمودہ اند و حضرت میرزا صاحب قبلہ را حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بضمنیّت خود مبشر ساختہ وحضرت شیخ از پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم بضمنیّت کبریٰ امتیاز یافتہ وایں

۱۔ یعنی شاہ رفیع الدین وشاہ عبد القادر وشاہ عبد العزیز صاحبان رحمہم اللہ تعالیٰ۔ لمصحہ سلمہ اللہ تعالیٰ

دونوں حضرات میں سے اپنی جانشینی کے واسطے ایک کو متعین فرمائیں، تاکہ جناب کے بعد کسی قسم کی نزاع وقوع میں نہ آئے۔ اگرچہ میں نے وصیت نامہ میں ہر سہ میاں صاحباں (شاہ رفیع الدین وشاہ عبدالقادر وشاہ عبدالعزیز) ودیگر معزز حضرات کی شہادت کے ساتھ تمہارے نام کو اَولیٰ واَلیق لکھا ہے، ولیکن اب میں تم کو ترجیح دے کر متعین کرتا ہوں۔ برخوردار احمد سعید کو وہاں چھوڑ کر اِس خط کے پہنچتے ہی سب کو جواب دے کر ہمارے پاس پہنچ جاؤ۔ ہماری قبر اسی مکان کے صحن میں ہوگی۔ اور تبرکات ہمارے سرہانے تنگ گنبد میں رکھے جائیں اور تمہارے متعلقین جب چاہیں یہاں آکر دونوں حویلیوں میں رہیں۔ اور تم اس جگہ ہمارے مزار پر رہو، اور خانقاہ کے سارے اخراجات تمہاری رائے کے موافق ہوں گے۔ جس طرح تم مناسب سمجھو، صَرف کرو۔ اور تحمل اور بردباری سے کام لو، اور دعا حسن خاتمہ اور جان افزا ملاقات اور اتباع حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یاد رکھو۔ والسّلام۔

آپ کا کلام شریف ختم ہوا۔

اب معلوم رہے کہ حقیقت سوّم کا دائرہ حقیقت قرآنی کے مقابل واقع ہوا ہے۔ سن ہجری ایک ہزار دو سو ستائیس کے رمضان شریف میں حضرت پیر دستگیر نے اس غلام کو اس حقیقت عالیہ میں توجہ فرمائی، اور اس عالی حقیقت کے انوار وآثار اس ذرّہ بے مقدار پر وارد ہوئے، اور ایک قسم کی خاص عدمیت ونیستی اور باختصاص صمدیت وبے نیازی نے ظہور کیا۔ اور اس حقیقت سے میں نے بہت کچھ حصہ لیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ. جاننا چاہیے کہ مجھ کو برسوں سے یہ آرزو تھی کہ حضرت پیر دستگیر مجھے اپنی ضمنیّت سے سرفراز فرمائیں۔ کیونکہ آپ کی ضمنیّت بعینہٖ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ضمنیّت ہے۔ اس لیے کہ حضرت پیر دستگیر کو حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ضمنیّت کی بشارت فرمائی ہوئی ہے۔ اور حضرت میرزا صاحب قبلہ کو حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ضمنیّت سے مبشر فرمایا۔ اور حضرت شیخ نے پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے

معنی را بارہا بخدمت فیض درجت حضرت پیر دستگیر عرض کردہ بودم تا آنکہ در سال
ہزار و دو صد و سی ہجری در ماہ صفر بند د، ختم قرآن مجید کہ در حضور در نوافل اوّابین ختم می
کردم، باختتام رسید، بعد از ختم بہ بندہ ارشاد کردند کہ از ما چیزے خواہشے داری بخواہ
بندہ عرض کردم، کہ امیدوار ضمنیّت حضرت ہستم بندہ را از غایت بندہ نوازی نزدیک
خود طلبیدہ بسینہ مبارک چسپانیدہ تا دیر توجہ فرمودند احوالے بر من ورود نمودہ کہ اظہار
آں اسرار ممکن نیست و در انوارِ مبارک آنحضرت استغراقے بہم رسید، دیدم کہ باطن
من آئینہ واری مقابل باطن مبارک آنحضرت ایشاں شدہ ہر چہ و باطن آنحضرت
موجود ست بعینہٖ در باطن بندہ نمودار گردیدہ است، بر نہجے کہ فرق درمیان ہر دو باطن
باقی نماندہ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ سُبحَانَہٗ قربان حضرت پیر دستگیر خود شوم کہ اوتعالیٰ چہ
کمالے و چہ قوتے حضرت ایشاں را عطا فرمودہ است، کہ سگ گرگین را از یک توجہ
بمرتبہ قرب مے نوازند، و مرغکے بے بال و پر را باز اَشہب مے سازند، رَزَقَنَا اللّٰہ
تعالٰی مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَنَفَعَنَا اللّٰہُ سُبحَانَہٗ عَنْ کَمَالَاتِہٖ وَجَعَلَنِی اللّٰہُ
سُبحَانَہٗ فِی الدَّارَیْنِ مِنْ عَبِیْدِ خِدْمَتِہٖ وَیَرحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ آمین وَ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ چوں
دریں مقاماتِ مسطورہ بندہ را توجہ فرمودند، نقل اجازت نامہ تمام کہ وعدہ ترقیم آں
نمودہ ام تبرکا ایزاد مینمایم، در اجازت نامہ سابق بعضے عبارات زیادہ فرمودہ، بندہ را
عنایت کردند۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

فقیر عبد اللہ معروف غلام علی عفی عنہ گذارش می نماید، کہ فضائل و کمالات مرتبت
صاحبزادہ والانسب حضرت حافظ محمد ابو سعید را اَسْعَدَہ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْن اشتیاقِ کسب

ضمنیّت کبریٰ کی امتیاز حاصل کی ہے۔ اور اس امر کو بارہا حضرت پیر دستگیر کی خدمت فیض درجت میں مَیں نے عرض کیا۔ یہاں تک کہ سن ہجری ایک ہزار دو سو تیں کے ماہ صفر میں حضور کے روبرو نوافل اوّابین میں قرآن مجید جو پڑھا کرتا تھا، ختم کیا۔ ختم قرآن مجید کے بعد حضرت نے بندہ کو ارشاد فرمایا کہ ہم سے کچھ خواہش رکھتے ہو تو کہو۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت کی ضمنیّت کا اُمیدوار ہوں۔ اس پر آپ نے غایت بندہ نوازی سے بندہ کو اپنے نزدیک طلب فرما کر اپنے سینہ مبارک سے لگا کر دیر تک توجہ فرماتے رہے۔ ایسے حالات مجھ پر وارد ہوئے کہ اُن کا اظہار ممکن نہیں۔ اور حضور کے مبارک انوار میں مجھ کو پورا استغراق حاصل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میرا باطن آئینہ کی مانند حضور کے باطن مبارک محاذی و مقابل ہوا۔ اور جو کچھ بھی حضور کے باطن میں موجود ہے، بعینہٖ میرے باطن میں اس طرح نمودار ہوا کہ ہر دو باطن میں کچھ بھی فرق نہ رہا۔ الّا ما شاء اللّٰہ سبحانہٗ. حضرت پیر دستگیر کے قربان جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے جناب کو کیا ہی کمال اور کیا ہی قوت عطا فرمائی ہے کہ خارش زدہ کتے کو ایک ہی توجہ سے مرتبہ قرب کے ساتھ سرفراز فرماتے ہیں۔ اور کمینہ بے پر و بال مرغ کو باز اشہب (باز سفید) بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اُن کے برکات عطا فرمائے اور اُن کے کمالات سے نفع پہنچائے۔ اور مجھ کو دارین میں ان کے خدمت گار غلاموں سے بنائے، اور اس دعا پر آمین کہنے والے پر بھی رحم فرمائے۔ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. چونکہ حضرت نے ان تمام مقامات مسطورہ میں اس عاجز بندہ پر توجہ فرمائی، اور بعد ازاں اجازت نامہ بھی عطا فرمایا، لہٰذا اب پورے اجازت نامے کی حسب وعدہ تبرکاً نقل کرتا ہوں۔ سابق اجازت نامہ ہی میں کچھ اور عبارتیں اضافہ فرما کر اپنے غلام کو اجازت نامہ عنایت فرمایا۔ وہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

فقیر عبداللہ المشہور بہ غلام علی عفی عنہ گزارش کرتا ہے کہ فضائل و کمالات مرتبت صاحبزادہ والا نسب حضرت حافظ محمد ابوسعید (اللہ تعالیٰ اُس کو دارین میں سعادت مند

نسبت باطنی آباءِ کرام خود رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ پیدا شد، رجوع بہ فقیر آوردند،
برعایت حقوق بزرگان ایشاں با ایں ہمہ عدمِ لیاقت خود از اجابت مسئول چارہ
ندیدم، وتوجہات بر لطائف ایشاں کردہ شد بعنایت الٰہی بواسطۂ پیراں کبار رحمۃ اللہ
علیہم در چندی لطائف ایشاں را جذبات الٰہیہ در رسید زیرا کہ معمول منست کہ
توجہات بر لطائف خمسہ معاً میکنم، وتوجہ وحضور با کیفیات وبعضے اسرار ایشاں را
دست داد، وآں توجہ استہلا کے یافت ورنگے از فنا در باطن ایشاں طاری شد وظہور
پرتوی از توحید حالی افعالِ عباد را از نظر ایشاں مستور گردانید، ومنسوب بحضرت حق
سبحانہٗ یافتند، پس توجہ بر لطیفہ نفس کردہ شد بعروج ونزول در آنجا مستہلک آں
حالات گشتند وانتساب صفات خود بحضرت حق سبحانہٗ یافتند واَنا را شکستگی رسید کہ
اطلاقِ لفظ اَنا بر خود متعذّر دانستند ونوری از وحدت شہود بر باطن ایشاں تافت،
ممکنات مرایای وجود وتوابع وجود حضرت حق سبحانہٗ شناختند، بعد ازاں توجہ والقائے
انوار نسبت بر عناصر ایشاں کردہ می شود، وجذبی وتوجہی عناصر را در یافتہ فَالْحَمْدُ
لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ وآنچہ دریجا نوشتہ ام باظہار واقرار ایشاں نوشتہ شد وایں ہمہ
حالات وواردات ایشاں من ہم دریافتہ ام، واصحابِ من ہم شہادت آں ہمہ
بعنایت الٰہی سبحانہٗ دربارہ ایشاں دادند فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ واز کرم کریم
کارساز سبحانہٗ بواسطۂ مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم امیدوارم، کہ بشرط التزام صحبت
ترقیات کثیرہ فرمایند، وما ذالک علی اللہ بعزیز پس دریں صورت ایشاں را
اجازت تلقین طریقہ نقشبندیہ احمدیہ دادہ شد، کہ تعلیم اذکار ومراقبات واِلقائے سکینہ
در قلوب سالکان نمایند بعنایت الٰہی وفاتحہ بر اَرواحِ طیبہ قادریہ وچشتیہ رحمۃ اللہ علیہم
بجہت حصول توسل ایشان بآں کبرائے عظام وافاضہ فیوضِ آں اکابر در باطنِ

کرے) کو اپنے آباء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی باطنی نسبت حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ بناء علیہ انہوں نے اس فقیر کی طرف رجوع فرمایا۔ فقیر نے باوجود اپنی اس تمام عدم لیاقت کے اُن کے بزرگوں کے حقوق کی رعایت کر کے اُن کے سوال کی اجابت سے کوئی چارہ نہ دیکھا اور اُن کے لطائف پر توجہات کی گئیں۔ خدائے تعالیٰ کی مہربانی سے بطفیل پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم تھوڑے ہی عرصہ میں اُن کے لطائف کو جذبات الٰہیہ نے آ پایا۔ کیونکہ میرا معمول یہ ہے کہ لطائف پنجگانہ پر یکبارگی ہی توجہ کرتا ہوں۔ اور نیز اُن کو توجہ اور حضور اور کیفیات اور بعضے اسرار حاصل ہوئے۔ اور اُس توجہ کی وجہ سے اُن میں ایک نوع کا استہلاک پیدا ہوا۔ اور فنا کا رنگ اُن کے باطن میں لاحق ہوا۔ اور توحید عالی کے پرتو کے ظہور نے بندوں کے افعال کو اُن کی نظر سے پوشیدہ کر دیا۔ اور انہوں نے ان افعال کو حضرت حق سبحانہٗ کی جانب منسوب پایا۔ بعدازاں اُن کے لطیفہ نفس پر اُس کے عروج ونزول میں توجہ کی گئی تو وہ اُس مقام کے حالات میں وہاں مستہلک ہوگئے۔ اور انہوں نے اپنی صفات کو حضرت حق سبحانہٗ کی طرف منسوب پایا، اور اُن کے اَنا کو اِس قدر شکستگی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اپنے اوپر لفظ اَنا کا بولنا دشوار جانا اور اُن کے باطن پر وحدت شہود کا کچھ نور چمکا۔ اور تمام ممکنات کو حضرت حق سبحانہٗ کے وجود وتوابع وجود کا آئینہ شناخت کیا۔ بعدازاں ان کے عناصر پر توجہ اور نسبت کے انوار کا اِلقا کیا جارہا ہے اور انہوں نے عناصر کے جذب اور اُن کی توجہ کو بھی معلوم کرلیا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ. اور اس جگہ میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے اُن کے اظہار واقرار سے لکھا ہے۔ اور اُن کے ان تمام حالات و واردات کو میں نے خود بھی معلوم کرلیا ہے اور میرے یاروں نے بھی اُن کے بارے میں خدائے حق سبحانہٗ کی ان عنایات کی شہادت دی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ. اور خدائے کریم کارساز سبحانہٗ کے کرم سے بطفیل مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم میں امیدوار ہوں کہ بشرط التزام صحبت ان کو بہت کچھ ترقیات عنایت ہوں گی اور اللہ تعالیٰ پر یہ امر ہرگز ہرگز دشوار نہیں۔ پس اس صورت میں ان کو طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم کی اجازت دے دی گئی کہ خدائے پاک کی عنایت و

ایشاں نیز خوانده شد تا دریں دو طریقه علیه هر که از ایشاں توسل خواهد بیعت از یشاں گیرند و شجره ایں حضرات با وعنایت نمایند و تلقین و تربیت بطریقه نقشبندیه احمدیه فرمایند، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا پس وصیت میکنم، ایشانرا بدوام حفظ نسبت باطن و پرداخت حضور و توجه و یادداشت، در جمیع اوقات و اَوضاع و در جمیع اعمال اتباع سنن حبیب رب العالمین صلّی الله علیه وسلّم وتعمیر اوقات بنوافل و عبادات و ادائ صلوٰة بکمالِ تعدیلِ ارکان و اَذکار و تلاوت و درود و استغفار وتفویض امور بحضرت کارساز سبحانہٗ اللّٰهم کن له کفیلا فی الامور کلها بِرَحْمَتِکَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. الحمدلله که بعدازیں در مدتی بالتزامِ صحبت کارسلوک بآخر مقامات برسانیدند، و با جمیع درجات طریقه احمدیه مناسبت پیدا کردند، الله تعالیٰ در عرض وطول نسبت هائے احمدیه ایشانرا رسوخے عطا فرماید، واز اَنوار واسرار وکمال و تکمیل ایں طریقه بهره وافر عطا وکرامت فرماید و طالبان را از جمیع مقامات ایں طریقه بتوجهات ایشاں ازنسبت قلبی ونسبت فوقانی بهره ور گرداند فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ مقصود از سلوک طریقه تهذیب اخلاق و دوام توجه بجناب الٰهی ست تا انکسار و نیاز و اخلاص نقد وقت باشد، ظاهر متبع سننِ حبیب خدا صلّی الله علیه وسلّم باطن معرض از ماسوای متوجه بجناب کبریائی سبحانہٗ گردد۔

مہربانی سے اذکار و مراقبات کی تعلیم دیا کریں، اور طالبوں کے دلوں میں سکینت و اطمینان بھی ڈالا کریں، اور فاتحہ بہ نیت ایصال ثواب بارواح طیبہ مشائخ قادریہ و چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم بھی پڑھی گئی، تاکہ ان کو ان کبراء عظام کے ساتھ توسل حاصل ہو، اور نیز ان کے باطن میں ان اکابر کے فیوض و برکات حاصل ہوں اور ان دو طریقہ علیہ میں جو کوئی ان سے توسل چاہے یہ اس سے بیعت لیں اور ان حضرات کا شجرہ اس کو عنایت فرمائیں۔ اے خدا! تو ان کو متقین اور پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ آمین۔

اب میں ان کو اُمور ذیل کی وصیت کرتا ہوں:

(۱) اپنی باطنی نسبت کو ہمیشہ محفوظ رکھنا، (۲) حضور و توجہ میں مشغول رہنا، (۳) جملہ اوقات و حالات میں یادداشت کو نہ چھوڑنا، (۴) تمام اعمال میں حضرت حبیب رب العالمین کے سنن کی متابعت کرنا، (۵) اپنے تمام اوقات کو نوافل و عبادت کے ساتھ گزارنا اور کمال تعدیل ارکان کے ساتھ ادائے نماز کرنا۔ اور دوسرے اوراد و اذکار و تلاوت کلام مجید و درود و استغفار و تفویض امور بحضرت کردگار سبحانہ سے معمور رکھنا۔ اے خدا! ان کے تمام امور میں تو ان کا کفیل بنا رہو۔ بِرَحْمَتِكَ يَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

الحمدللہ کہ اس کے بعد انہوں نے کچھ مدت میں التزام صحت کی وجہ سے سلوک کا کام آخر مقامات تک پہنچایا اور طریقہ مجددیہ کے تمام مدارج سے مناسبت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ زمین کے عرض و طول میں ان کی مجددیہ نسبتوں کو رُسوخ عطا فرمائے، اور اس طریقہ کے انوار و اسرار و کمال و تکمیل سے کامل حصہ عنایت کرے۔ اور اس طریقہ کے تمام مقامات سے ان کی توجہات کے باعث طالبوں کو نسبت قلبی اور نسبت فوقانی سے بہرہ مند کرے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ. طریقہ کے سلوک سے مقصود اخلاق کی آراستگی اور جناب الٰہی میں ہمیشہ متوجہ رہنا ہے، تاکہ شکستگی و نیازمندی اور اخلاص ہر وقت موجود رہے۔ اس کا ظاہر حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنتوں کا پابند اور باطن ماسوائے حق سے روگرداں اور جناب کبریائی سبحانہٗ کی طرف متوجہ رہے۔

مثنوی

قرب نے بالا و پستی رفتن ست
قرب حق از قید ہستی رستن ست

واقعات را از تقدیر الٰہی یا از افعال الٰہی سبحانہٗ دیدہ، بتوکل و رضا و تسلیم باید پرداخت و الحمدللہ اوّلاً و اخرا و الصَّلوٰة و السّلام علیٰ رسولہٖ محمد وّ آلہٖ و اَصحابہٖ کذالک. راقم گوید، بعد ترقیم ایں رسالہ در حضور حضرت پیر دستگیر بردم، بعد مطالعہ ایں عبارت ارقام فرمودند، آں عبارت راتبرکاً ایرادمی نمائم۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.

الحمدللّٰہ والمنہ والصلوٰة والسّلام علیٰ نبیہٖ محمد و آلہ واصحابہ کہ فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ ایں رسالہ رامطالعہ نمودہ از آنچہ دریں رسالہ مذکورست بسیار مسرور ومحفوظ گردید، و برائے صاحب ایں رسالہ دعائے خیر کرد، ومیکند اللہ تعالیٰ بواسطۂ پیراں کبار رحمۃ اللہ علیہم ایشاں را وسیلہ شیوع طریقہ احمدیہ کَثَّر اللّٰہ سبحانہ اھلَھا فرماید، وآنچہ دریں اوراق نوشتہ اند بمستفیداں ایشاں برساند چنانچہ آباء کرام ایشاں را رحمۃ اللہ علیہم امام و مرشد و مروّج ایں طریقہ عالیہ فرمودہ است، ایشاں را نیز سراج ہدایت و شمس رشادت گرداند و در عمر ایشاں برکت نمودہ معمر و صالح نماید و آنچہ تحریر کردہ اند، موافق علوم و معارف حضرت مجددست، رضی اللہ عنہم، اللّٰھم زِد فزد ذکر ایں بندہ ناچیز درایں رسالہ ضروری نیست آرے اظہار نعمت و شکر منعم لازم ست و ذکر واسطۂ آں ست۔

اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ

مثنوی

اوپر اور نیچے جانا قرب حق نہیں ہے، قرب حق تو قید ہستی سے چھوٹنا ہے۔ واقعات و حوادث زمانہ کو تقدیر الٰہی یا اللہ تعالیٰ کے افعال سے خیال کر کے توکل اور رضا و تسلیم کے ماتحت رہنا چاہیے۔

والحمدللّٰہ اوّلا واخرا والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہٖ محمدٍ وّ آلہٖ واَصحابہٖ کذالک.

راقم الحروف (مصنف رسالہ) کہتا ہے کہ یہ رسالہ لکھ کر حضرت پیر دستگیر کے حضور میں مَیں نے پیش کیا۔ آپ نے مطالعہ فرمانے کے بعد یہ عبارت تحریر فرمائی۔ تبرکاً نقل کرتا ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

الحمدللّٰہ والمنہ والصلوٰۃ والسّلام علی نبیہٖ محمد وآلہ واصحابہ.

کہ فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ نے اس رسالے کا مطالعہ کیا۔ اس میں جو کچھ مذکور ہے، اُس سے بہت ہی مسرور و محفوظ ہوا۔ اور صاحب رسالہ کے حق میں دعائے خیر کی اور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل پیراں کبار رحمۃ اللہ علیہم ان کو طریقہ مجددیہ کے شیوع کا ذریعہ بنائے۔ اللہ سبحانہٗ اس طریقہ کے اہل کو ترقی و کثرت عنایت فرمائے اور جو کچھ انہوں نے ان اوراق میں تحریر کیا ہے، ان کے مستفیدین کو پہنچائے اور جیسے ان کے آباء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو امام و مرشد اور اس طریقہ عالیہ کا مروّج فرمایا، ان کو بھی ہدایت کا چراغ اور رُشد کا آفتاب بنائے اور ان کی عمر میں برکت عطا کر کے دراز عمر اور صالح کرے۔ اور اس رسالہ میں جو کچھ انہوں نے درج کیا ہے، وہ تمام حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم و معارف کے موافق اور مطابق ہے۔ **اللّٰھم زد فزد.** اس ناچیز بندہ کا تذکرہ اس رسالہ میں ضروری نہ تھا، ہاں البتہ نعمت کا اظہار اور منعم کا شکر تو واجب و لازم ہے، اور ذکر اس کا ذریعہ ہے۔

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ

وَالْبَرَكَاتُ وَالزَّاكِيَاتُ.

الحمد للہ والمنہ کہ بفضلہٖ وکرمہ تعالیٰ تصحیح ایں رسالہ مبارکہ بردست فقیر حقیر نور احمد عفی عنہ مصحح مکتوبات مجددیہ باختتام رسید ناظرین کرام بدعائے خیر یاد دارند۔

وَالْبَرَكَاتُ وَالزَّاكِيَاتُ.

الحمدللہ والمنہ کہ اس مبارک رسالہ کا اُردوترجمہ اس خاکسار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم کے ساتھ آخر تک پہنچایا۔ تاریخ اختتام ترجمہ ۲۹رذی الحج ۱۳۴۴ھ۔

ناظرین کرام خاکسار کو دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں۔

اسرارِ تصوف کا مخزن، روحانیت کا بحرِ زخّار، سلوک کا مجسّمہ، معرفت الٰہیہ کا سرچشمہ، مقامات مجدّدیہ کا رہنما، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا پیشوا، وصول الی اللہ کا زینہ، حقائق و معارف لدنیہ کا آئینہ، نکات طریقت کا دَفینہ، حکم و دقائق کا خزینہ

یعنی رسالۂ

هِدایَة الطّٰالِبِیْن

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ
کندیاں، ضلع میانوالی